ربوہ
الفرقان
کمال
مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عزیزم منیر احمد صاحب منیب واقف زندگی ٹیچر کمپالہ (یوگنڈا) کو ربوہ میں ان کی شادی کے موقعہ پر بیس جنوری ۱۷ کو ہار پہنا رہے ہیں -
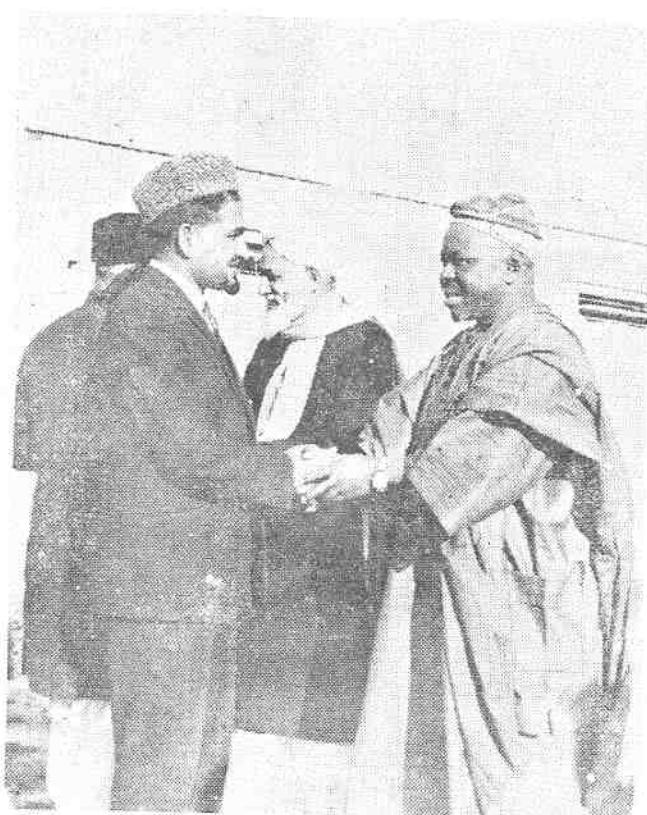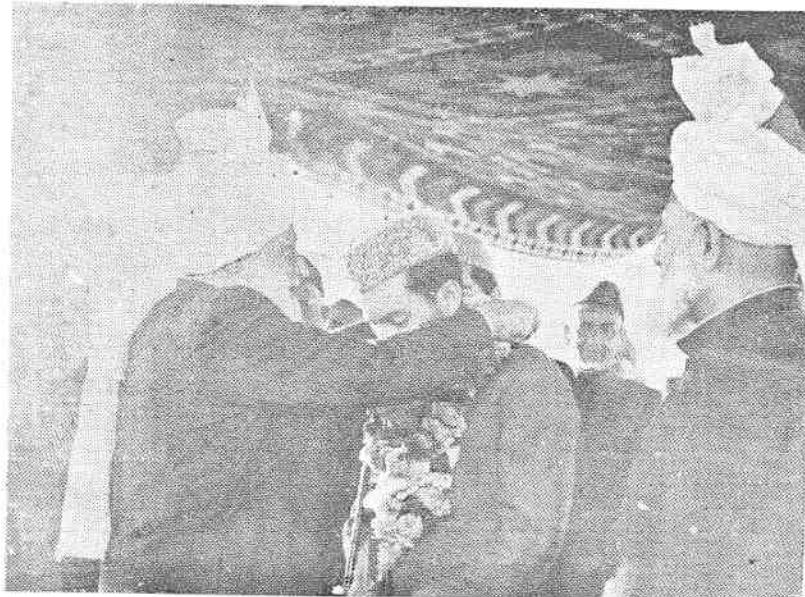
شروع جنوری ۱۷ میں جناب الحاج ابوبکر آئی ککوال نائیجیریا کے اعزاز میں مکرم مولوی محمد بشیر صاحب شاد سابق مشنری مغربی افریقہ نے چائے کی دعوت دی اس موقعہ کا یہ ایک فوٹو ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۲۱ شمارہ ۲-۳

ماہنامہ الفرقان ربوہ
فروری، مارچ ۱۹۷۱ء

ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ، المحرم الحرام ۱۳۹۱ھ ہجری قمری
تبلیغ، امان ۱۳۵۰ ہجری شمسی

سالانہ اشتراک

پاکستان ——— سات روپے
بیرون پاکستان (عام ڈاک) ایک پاؤنڈ
" ہوائی ڈاک دو "
اس خاص نمبر کی قیمت ایک روپیہ بیس پیسے

معاونین خاص

پاکستان میں پانچ سال کے لئے چالیس روپے
بیرون پاکستان پانچ سال کا چندہ
یکمشت ادا فرمائیں گے!

مجلس تحریر
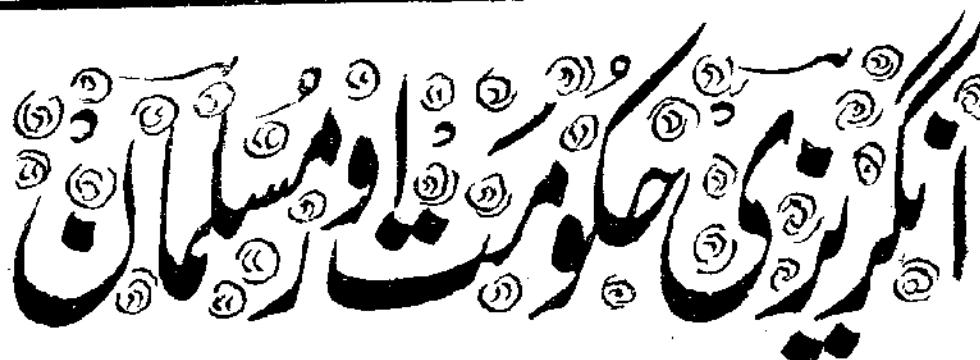
ایڈیٹر:- ابو العطاء جالندھری
نائبین:- دوست محمد شاہد مولوی فاضل مؤرخ احمدیت
(۲) عطاء المجیب راشد ایم اے مبلغ انگلستان
(۳) عطاء الکریم شاہد بی۔ اے مربی سلسلہ احمدیہ

شکریہ

اس شمارہ کی تدوین میں مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد، مکرم مبارک احمد صاحب امین آبادی، مکرم مولوی محمد عبد الرحمن صاحب مجاہد لاہور نے تعاون فرمایا ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔ (ایڈیٹر)

ترتیب

انبیاء علیہم السّلام اور غیر مُسلم حکومتیں!

(۱)

نبیوں کا مقصدِ بعثت اللہ تعالیٰ کی توحید کا قیام ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل ع ۵) یہ مقصد عقائد کی صحت، دلوں کی پاکیزگی، نورانیت اور اصلاح سے تعلق رکھتا ہے۔ انبیاء کسی مادی انقلاب کے علمبردار نہیں ہوتے۔ وہ ایک رُوحانی دنیا بسانے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ وہ دلائل و براہین اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ ایک گناہ سوز زندہ یقین پیدا کر کے رُوحانی انقلاب برپا کرتے ہیں۔ ان کا اصل مقابلہ شیطانی خیالات اور بُرے اعمال سے ہوتا ہے۔

تاریخ مذاہب میں ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں کہ کسی نبی نے مبعوث ہونے کے ساتھ ہی غیر مُسلم حکومت سے از خود جنگ شروع کر دی ہو۔ نبیوں کے جامع نبی، رسولوں میں سب سے بڑے رسول اور شریعتوں کے قائم کرنے والے پیغمبروں میں افضل ترین پیغمبر تو ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اولین و آخرین کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں مگر آپؐ نے بھی دعویٰ نبوت کے بعد ـــــ نہ ایک دن نہ دو دن ـــــ پورے تیرہ برس تک مکّی زندگی میں قریش مکّہ کے مظالم کو برداشت کیا اور دفاعی جنگ بھی نہ کی۔ اپنے صحابہؓ کو بھی صبر کی تعلیم دیتے رہے۔

(۲)

اس زمانہ کا کتنا دردناک نقشہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے کھینچا ہے تحریر فرماتے ہیں :۔

"ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدّت تھی ان (کفار) کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوعِ انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کے خونوں سے کوچے سُرخ ہو گئے پر انہوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے

پاک اور مقدس رسُول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں بار ہا پتھر مار مار کر خون آلودہ کیا گیا مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں **جہاد** نام رکھا گیا اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اب تک موجود ہے یہ ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ " (رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صـ۵-۶ روحانی خزائن)

(۳)

یقیناً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ غیر مسلم نظاموں اور حکومتوں کے بارے میں جس طرح قیامت تک اُمت کے لئے نمونہ ہے اسی طرح پہلے سب انبیاء بھی اسی نہج پر چلتے رہے کیونکہ وہ سب ہی روحانی عالم میں **آفتابِ محمدی** سے ہی نور حاصل کرتے تھے۔

قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کا ذکر ہے۔ ان کے شیطان سے رُوحانی مقابلہ کا تو ذکر ہے مگر کسی مادی مقابلہ کا قرآن مجید میں قطعاً ذکر نہیں۔ حضرت نوحؑ اوّل المرسلین قرار دیئے گئے ہیں انہوں نے بھی اپنے وقت کے کافرانہ نظام سے کوئی مادی ٹکر نہ لی وعظ و نصیحت اور آسمانی نشانوں سے رُوحانی اصلاح کی دعوت دیتے رہے۔ آخر رَبِّ اِنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (القمر ع) کی دردمندانہ دُعا سے نصرتِ الٰہی کو جذب کیا اور ان کے دشمن تباہ و برباد ہو گئے۔

حضرت شیثؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت لوطؑ حضرت یونسؑ، حضرت الیاسؑ اور حضرت ایوبؑ کے حالات قرآن مجید میں مذکور ہیں مگر کسی جگہ ان کے کافر حکومتوں سے **مقاتلہ اور محاربہ** کا ذکر نہیں ہر جگہ مجادلہ کا ہی بیان ہے۔ حضرت لوطؑ کو انکی قوم شہر سے نکالنے کی دھمکی دیتی ہے اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ (اعراف ع) مگر وہ اُن سے لڑائی شروع

نہیں کردیتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کے حکمران لوگ کہتے ہیں لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا (اعراف) کہ اگر تُو اور تیرے ساتھی مومن ہمارے مذہب میں واپس نہ آئے تو ہم تمہیں اپنی آبادی سے نکال دیں گے۔" قرآن مجید بتلاتا ہے کہ حضرت شعیبؑ نے ان سے مادی لڑائی شروع نہ کردی بلکہ ازراہ دلیل فرمایا أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ اور پھر آستانہ الوہیت پر جھکتے ہوئے دُعا کی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ (اعراف ع۱۱) اس دُعا کے نتیجہ میں آسمانی عذاب سے وہ لوگ تباہ کردیئے گئے۔

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ظالم فرعون کی طرف بھجوایا گیا مگر اس سے مادی لڑائی لڑنے کی بجائے یہ ہدایت دی گئی فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ (طٰہٰ ع۲) کہ لڑنا بھڑنا تو درکنار بات بھی نہایت نرمی سے کرنا چنانچہ ان دو اولوالعزم نبیوں نے فرعونِ مصر سے کوئی لڑائی نہ کی۔ دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کی۔

(۴)

حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت یوسفؑ کا بھی قرآن میں نام لیکر بار بار ذکر آیا ہے مگر کسی جگہ بھی یہ بیان نہیں ہوا کہ انہوں نے حکومتِ وقت سے جنگ کی تھی۔ ابتداءً جنگ کرنا تو رہا ایک طرف انکا دفاعی جنگ کرنا بھی ثابت نہیں۔ البتہ یہ ذکر ضرور ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے وقت کے فرعونِ مصر کی حکومت سے تعاون کیا اور اسکے وزیر مال بنے رہے اور اسکے شاہی قانون کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ (یوسف ع۹) کہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو بھی روک نہ سکتے تھے۔ غرض حضرت یوسفؑ ایک کافر بادشاہ کے ماتحت انتظام سلطنت کرتے رہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری (اہلحدیث عالم) لکھتے ہیں:۔

(الف) "ہم قرآن مجید میں یہ پاتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے ماتحت انتظام سلطنت کرتے تھے۔ کسی ایک نبی کا فعل بھی ہمارے لئے اُسوہ حسنہ ہے۔" (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۶ر نومبر ۱۹۴۵ء)

(ب) "حضرت یوسف علیہ السلام سے لیکر حضرت مسیح علیہ السلام تک کئی رسول اور نبی ایسے ہوئے ہیں جو اپنے زمانے کی حکومتوں کے ماتحت رہے۔" (اہلحدیث ۵ر اکتوبر ۱۹۴۶ء)

(۵)

حضرت مسیح بن مریمؑ بنی اسرائیل کے لئے بطور رسول مبعوث ہوئے۔ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ (آل عمران ع۵) اس وقت بنی اسرائیل رومی حکومت کے ماتحت تھے۔ یہودی منتظر تھے کہ مسیح آ کر رومیوں سے حکومت

چھین کر ہمیں دیدیگا مگر ساری عمر حضرت مسیحؑ نے رومی حکومت سے جنگ کرنے کے بجائے اسکے قوانین کی پابندی کی اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کی۔ قرآن مجید نے یہودیوں کا فرگروہ پر مسیحؑ کے ماننے والوں کے غلبہ کا تو ذکر فرمایا ہے فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ (الصف ع۲) مگر رومی حکومت سے نہ مسیحؑ کے مقابلہ کا تذکرہ ہے اور نہ جنگ وجدال کا۔ انجیل میں مسیحؑ کا قول ہے :-

"جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔" (لوقا ۲۰/۲۵)

جناب مودودی صاحب نے بھی حضرت مسیحؑ کے متعلق لکھا ہے کہ :-

"اگر ابتدا ہی سے حکومت سے مقابلہ شروع ہو جاتا تو اصل اصلاحی کام بھی نہ ہوتا اور اسکے انجام پائے بغیر حکومت کے مقابلہ میں ہی ناکامی ہوتی اسی لئے انہوں نے حکومت کے ساتھ تصادم کرنے سے انتہائی پہلوتہی کی۔" (الجہاد فی الاسلام طبع دوم صفحہ ۳۶۶)

اہلحدیث عالم جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت یحییٰؑ اور حضرت مسیحؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ :-

"بتقاضائے حالات و مصلحتِ وقت ان ہر دو پیغمبروں کو سیاسی احکام کے حامل نہیں بنایا گیا اور یہ حضرت مسیحؑ کے اپنے اقرار اور طریق عمل اور تعلیم سے واضح ہے۔" (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۵؍دسمبر ۱۹۴۴ء)

جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی مدیر صدق جدید لکھنؤ لکھتے ہیں :-

"انقلاب حکومت تینوں انبیاء کرام حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام میں سے کسی نے بھی برپا نہ کیا۔ اس کو اہمیت کا درجہ تینوں میں سے کسی نے بھی نہ دیا۔ ان کے پیش نظر صرف ایک چیز رہتی تھی ردِ شرک و دعوتِ توحید۔" (اخبار صدق جدید لکھنؤ ۱۱ صفر ۱۳۶۵ ہجری)

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق واضح لفظوں میں مدیر صدق جدید لکھتے ہیں :-

"آپ (حضرت مسیحؑ) نے سرے سے حکومت سے ٹکر لی ہی نہیں۔ اس سے کچھ تعرض ہی نہیں کیا بلکہ حسب روایت انجیل اگر کچھ کیا تو اسکی تائید میں کیا اور یہ فرمایا کہ جو قیصر کا حق ہے وہ قیصر کو دو۔ جو خدا کا حق ہے وہ خدا کو دو یعنی دنیوی امور میں قانونِ قیصر ہی کی پابندی کرو۔" (صدق ۱۱ صفر ۱۳۶۵ھ بحوالہ اخبار کوثر لاہور ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء)

اب علماء اور دیگر معترضین کے لئے یہ امر قابلِ غور و فکر ہے کہ حضرت مسیحؑ مدعی نبوت ہونے کے باوجود غیر مسلم رومی حکومت سے تعاون کرتے رہے، اس کے قانون کی اطاعت کرتے رہے اور دوسروں کو بھی اسکی اطاعت کی تلقین کرتے تھے۔ اُس وقت کے یہودی علماء حضرت مسیحؑ کے اس طریق کو منافی نبوت قرار دیتے تھے۔ کیا آج کے علماء بھی اس بارے میں یہودی علماء کے ہمنوا ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہی حالات کی وجہ سے حضرت مسیح محمدی علیہ السلام پر کیوں معترض ہو رہے ہیں؟

(۶)

قرآن مجید میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے اقتدار کا ذکر آیا ہے مگر اس میں بھی کہیں مذکور نہیں کہ انہوں نے اپنی مذہبی دعوت کے لئے ابتداءً جنگ کی ہو۔ سورہ بقرہ ع ۳۲ میں بنی اسرائیل کی ایک مظلومانہ جنگ کا ذکر ہے جب انہوں نے اس بناء پر کہ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَائِنَا ہمیں اپنے وطنوں اور بیٹوں سے الگ کر دیا گیا ہے جنگ کی خواہش کی تھی مگر جب اس مظلومیت کے بعد ان پر جنگ فرض ہوئی تو انکی اکثریت ثابت قدم نہ رہ سکی اس دفاعی جنگ میں حضرت داؤدؑ کے فاتح اور غالب ہونے کا ذکر آیا ہے۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (بقرہ ع ۳۲) پھر حضرت داؤدؑ کو فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (ص ع ۲) کہکر عدل و انصاف کے قیام کا حکم دیا گیا۔ حضرت سلیمانؑ کو یہ حکومت ورثہ میں ملی تھی۔ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل ع ۲)۔ حضرت سلیمانؑ نے اردگرد کی غیر مسلم حکومتوں میں سباء کی ملکہ سے نامہ و پیام کیا جو نہایت مؤثر ثابت ہوا۔ دلائل کے نتیجہ میں ملکۂ سباؑ سورج پرستی کو ترک کر کے توحید پر قائم ہو گئی۔ اس طرح حضرت سلیمانؑ کی سرحدوں پر جو ہنگامے ہوتے رہتے تھے وہ ختم ہو گئے۔ بہرحال ہر دو صاحب سلطنت نبیوں — داؤدؑ اور سلیمانؑ — کا بھی یہ طریق نہ تھا کہ غیر مسلم حکومتوں سے خواہ مخواہ جنگ جاری کی جائے۔

(۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اعتداء اور جنگ کی ابتداء کرنا روا نہیں دفاعی جنگ کی اجازت کامل شریعت کا حصہ ہے مگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے تیرہ برس تک کمال صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا۔ اسی دوران نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت کو عیسائی بادشاہ نجاشیؒ حبشہ کی سلطنت میں یہ کہہ کر پناہ لینے کے لئے بھجوایا فَاِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهٗ اَحَدٌ (المحاضرات) کہ اس ملک کے بادشاہ کے پاس رہنے والوں پر ظلم نہیں ہو سکتا۔

مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **میثاق مدینہ** کا معاہدہ طے فرمایا۔ جس کے رُو سے یہودیوں، مشرکوں اور مسلمانوں سب کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ گویا اسلام باامن غیر مسلم نظام کا بھی روادار ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ دفاعی جنگ کی ہے اور اسی کی اسلام میں اجازت ہے اسلام کی اشاعت کے لئے لڑائی کی اجازت نہیں۔ اسلام کا سنہری اصول لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

اس کے منافی ہے۔

(۸)

ہمارے بیانات سے عیاں ہے کہ غیر مسلم حکومتوں سے نبیوں نے ابتداءً کوئی تعرض نہیں کیا۔ ہاں اگر کفار یا کفار کی حکومت مسلمانوں کو بزورِ تلوار مٹانا چاہیں تو انبیاء دفاعی طریق اختیار کرتے ہیں ورنہ وہ کفر کی باامن حکومتوں سے تعاون کرتے رہے ہیں۔ ان کے قوانین کی اطاعت کرتے رہے ہیں ان کی تعریف کرتے رہے ہیں۔ یہی طریق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ہندوستان میں انگریزوں کی باامن اور مذہبی آزادی دینے والی حکومت کے بارے میں اختیار کیا جو سنّتِ انبیاء کے عین مطابق ہے۔ جناب مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:۔

”ہر نبی اور رسول کسی نہ کسی مدت کے لئے کفر کے سیاسی اقتدار کو لازماً تسلیم کرتا ہے اور وہیں اپنی تبلیغ کے کام کو شروع کرتا ہے۔ اور اس دوران میں ظاہر ہے کہ کافرانہ نظامِ حکومت کے سیاسی اقتدار کو بطور ایک شہری کے تسلیم کرتا ہے اور بعض صورتوں میں اس کافرانہ حکومت کے سیاسی اقتدار کو چیلنج کرنے سے پیشتر دنیا سے اُٹھ جاتا ہے۔“ (صدق لکھنؤ ۱۶ر محرم الحرام ۱۳۹۵ ہجری)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مدعیٔ نبوّت ہونے کے باعث مدیر الاعتصام نے جو اعتراض کیا تھا ہم اس کا جواب دے چکے ہیں۔ یوں مدیر موصوف کو مسلّم ہے کہ:۔

”محض انگریز سے وفاداری اور عدم وفاداری حق و باطل کی علامت نہیں۔ نہ اِس نقطۂ نظر سے کبھی حق و باطل کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ حضرات شیعہ بحیثیت مجموعی انگریز کے وفادار رہے ہیں جس کا اظہار خود ہنٹر نے اپنی کتاب میں کیا ہے لیکن ان کے محض اِس کردار کو بنیاد بنا کر کبھی ان کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ وہ اِس بنا پر غلط ہیں۔“
(الاعتصام ۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۵ء صک)

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں مذہبی آزادی دینے والی اور امن قائم کرنے والی غیر مسلم حکومت سے تعاون کرتے رہے ہیں، اس کے قوانین کی اطاعت کرتے رہے ہیں۔ اسکے برعکس کوئی شخص ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتا کہ کسی نبی نے مخالف حکومت کی طرف سے تشدد کئے جانے کے بغیر اس سے جنگ شروع کر دی ہو۔ پس اس دور میں بھی باامن غیر مسلم حکومت سے از خود جنگ کا آغاز کرنا قرآنی تعلیمات اور سنّتِ انبیاء علیہم السلام کے مطابق نہیں۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؏

انگریزی گورنمنٹ کی تائید میں اہلحدیثوں کے فتاویٰ اور اعمال

کتاب ترجمان وہابیہ کے مستند اور ناقابلِ انکار اقتباسات

[جناب مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی اہلحدیثوں کے بہت بڑے عالم اور مفسر ہیں ان کے ہاں انہیں مجدد اور رئیس الموحدین بھی قرار دیا گیا ہے۔ جناب نواب صدیق حسن خان صاحب کی ایک کتاب ترجمانِ وہابیہ ہمارے سامنے ہے جسے منیجر حقانی بکڈپو امرتسر نے باہتمام ابو رضا عطاء اللہ پرنٹر اور مولوی محمد اسحاق صاحب حنیف پبلشر شائع کیا ہے۔

ہم ذیل میں اس کتاب کے چھتیس ۳۶ حوالجات لفظ بلفظ نقل کر رہے ہیں ان حوالجات سے اس موقف کی پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے جو انگریزی حکومت کے بارے میں اہلحدیثوں نے اختیار کیا تھا۔ یہ تمام حوالجات اہلحدیثوں کے لئے مستند و مسلّم حیثیت رکھتے ہیں۔ (ابو العطاء)]

(۱)

واضح فتویٰ

در [illegible] میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدین لاہور نے بجواب و سوال و مسئلہ اور اس فتویٰ کے کہ آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمانانِ ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقاریر میں ہتھیار اٹھانا چاہیئے یا نہیں یہ جواب دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جہاد جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا مقابلہ اس حاکم کے کہ جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف و ممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے کہ جس نے آزادگی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اس دعویٰ اور جواب کی تصدیق میں کل علماء ملک پنجاب و اطراف ہند کے پاس اپنے فتویٰ جوابی کو بھیج دیا اور ان سے [illegible] کیا اور کل علماء ہند و ملک پنجاب نے اس بات کی تصدیق میں اقرار ٹھہرایا اور دستخطی کرایا کہ عموماً مسلمانانِ ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سنت و ایمان و دین ہے اور نیز کل علماء ملک پنجاب و ہند نے تائید

قول مولوی محمد حسین کی کی ہے اور اپنے اپنے دستخط و مُہر کر کے مولوی محمد حسین کو اس فتوے میں بہت سچّا اور پکّا کہا ہے اور سب نے اپنی اپنی رضائے اسلامی و ایمانی سے اس فتویٰ کو قبول کیا ہے اور جانا اور مانا ہے کہ بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اُٹھانا خلاف ایمان و اسلام کے ہے۔"

(ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

—— (۲) ——

درخواست اور عقیدہ

"مولوی محمد حسین نے اس بات کی استدعا کی تھی کہ وہابیان ملک ہزارہ کے نزدیک ایک عالم ایلچی بذریعہ مسلمانان ہند کے بھیجا جاوے اور وہ مع اس فتویٰ کے جا کر اس نا سمجھ گروہ کو مطلع کر دے کہ جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کے ممنوع ہے۔ اور نیز ان کو آگاہ کر دے کہ ان کی اس نافہمی کے خونریزی و قتال و جہاد پر سخت گناہ ثابت ہے اور سب کا گناہ ان کے سر پہ وارد شرعی ہے۔ اور چونکہ از رُوئے شریعت اسلام برٹش گورنمنٹ ہند سے جہاد کرنا خلاف طریقۂ اسلام و شریعتِ حقّہ کے ہے اسلئے ان کو خیر خواہی گورنمنٹ ہند میں برابر مستعد رہنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ دعویٰ ارسال رسالہ مولوی محمد حسین کا سر ہنری ڈیوس لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک پنجاب کے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا بجواب درخواست مذکور لیفٹیننٹ گورنر صاحب موصوف نے مولوی محمد حسین کا شکریہ خیر خواہی ادا کیا لیکن کسی مصلحت سے ایلچی کا روانہ کرنا پسند نہ کیا۔ بعد اس کے فرقہ موحدین لاہور نے صاحب بہادر موصوف کی روبکاری میں استدعا پیش کی کہ موحدین جو لفظ بدنام وہابی سے پکارے جاتے ہیں اور اطلاق اس لفظ کا عامۃً موحدین پر کیا جاتا ہے سو بطور سرکاری اشتہار دیا جاوے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحدین لفظ بدنام وہابی سے نہ مخاطب کئے جاویں۔ چنانچہ لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر موصوف نے اس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامۃً نہ ہو اور خصوصی جو لوگ کہ وہابیانِ ملک ہزارہ سے نفرت ایمانی رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہیں ایسے فرقہ موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں۔" (صفحہ ۱۲۱-۱۲۲)

—— (۳) ——

فرقہ اہلحدیث — گورنمنٹ کا قدر شناس

"کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالبِ امن و امان و آسائش رعایا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو آپ کو اہل سنّت و حدیث کہتا ہے اور کسی

مذہب خاص کا مقلد نہیں ہے۔" (صفحہ ۱۱۶)

(۴)

انگریزی سرکار کی مخالفت ناجائز ہے

"اس وقت (۱۸۷۱ء میں) مولوی عبداللطیف خان بہادر مجسٹریٹ کلکتہ نے اس خیال کے رد میں عام مسلمانوں کی طرف سے ایک رسالہ مشتہر کیا تھا اور اس میں علماء اطراف ہندوستان کے عالموں اور نیز علماء مکہ و مدینہ وغیرہ کے فتوے نقل کئے تھے جس سے سرکار کو معلوم ہو جاوے کہ تمام فتاوٰئے مذکورہ کی رُو سے کُل مسلمانوں کو سرکار کی مخالفت ناجائز ہے اور کسی شخص کو حیثیتِ موجودہ پر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہ رہے۔" (صفحہ ۹۵)

(۵)

اہل تقویٰ سرکار انگلشیہ کے سب سے زیادہ خیر خواہ

"یہ امر کہ کوئی قوم اہل تقویٰ اور ارباب دیانت سے زیادہ تر سرکار انگلشیہ کی دوست اور خیر خواہ نہیں یقینی و قطعی و واقعی ہے اسلئے ان کا طریقہ عدالت اور امانت اور دیانت پر مبنی ہے اور بغاوت کا حرام ہونا اور نقض عہد کا مذموم سمجھنا ان کے ذہنوں میں جما ہوا ہے۔"

(صفحہ ۹۱)

(۶)

ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں کسی اہلحدیث نے حصہ نہیں لیا

"جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدانِ مذہب حنفی تھے نہ متبعانِ حدیث نبوی مگر مکر اور زور کی راہ سے تقریر دازی کی تہمت دوسروں پر باندھ دی اور اہل غدر کو وہابی ٹھہرایا۔"

(صفحہ ۴۷)

(۷)

ریاست بھوپال خیر خواہ گورنمنٹ عالیہ

"ریاست بھوپال اور متوسل اس کے خواہ اخوان ریاست ہوں جو خاندان خاص بانی ریاست میاں وزیر محمد خان بہادر مرحوم میں ہیں یا اہل کار ریاست بڑے ہوں یا چھوٹے سب خیر خواہ گورنمنٹ عالیہ ہیں۔" (صفحہ ۸)

(۸)

ریاستوں کے سب مسلمان انگریزوں کے خیر خواہ ہیں

"معرکہ حال مصر میں جس طرح ریاست بھوپال نے آمادگی اپنی واسطے اعانت مالی و جانی سرکار انگریزی کی ظاہر کی اور اس کے جواب میں جناب لارڈ رپن صاحب بہادر گورنر جنرل ہند نے بخط خود تحریر خریطہ شکریہ بیگم صاحبہ کا مع اینجانب ظاہر فرمایا۔

اسی طرح دیگر ریاست ہائے ہند نے بھی اظہار خیر سگالی کا کیا اور فتح مصر کی سب کو خوشی حاصل ہوئی۔ الحاصل یہ رسالہ اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ سرکار عالیہ برٹش کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ مسلمانان ریاستہائے ہند و رعایائے ہند میں کوئی بدخواہ اس دولت عظمیٰ کا نہیں ہے۔ اور جن مسلمانان ریاست وغیرہ پر دشمن ان کے تہمت وہابیت کی لگاتے ہیں۔ وہ ہرگز وہابی نہیں اور اصل مذہب صحیح اسلام میں مسئلہ جہاد کا کس طرح پر ہے اور غرباء اہل اسلام بلکہ بعض امراء مسلمین جن کے نسبت ایسی مخبری غلط پیشتر کبھی ہوئی ہے یا اب ہوتی ہے اس [illegible] سے بالکل بری ہیں" (ص۵)

(۹)

سلطنت برطانیہ کا بدخواہ کون ہو سکتا ہے؟

"اگر کوئی بدخواہ و بد اندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے۔ اور [illegible] وہاں کے [illegible] خصوصاً ریاست ہائے اسلامیہ ہند میں [illegible] مصطلح اور لا مذہب [illegible] ہے اور نہ کوئی بدسگال اپنے حاکم آزادگی بخش امن خواہ کا ہو۔"

(ص[illegible])

(۱۰)

فساد کے پردہ میں جہاد کا نام سخت نادانی ہے

"فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جاوے اور یہ امن وامان جو آج حاصل ہے فساد کے پردہ میں جہاد کا نام لے کر اٹھا دیا جاوے سخت نادانی و بے وقوفی کی بات ہے۔" (ص۱۳)

(۱۱)

حکومت انگریزی کی بے نظیر مذہبی آزادی

"کتب تواریخ [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش و آزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی ہے کسی حکومت میں نہ تھی۔ اور وجہ اس کی سوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھی گئی کہ گورنمنٹ نے آزادگی کامل ہر مذہب والے کو مسلمان ہو یا ہندو یا اور کچھ عطا فرمائی ہے جس کا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دربار قیصری [illegible] و معززین ہند میں رعایا [illegible] کو سنایا گیا۔" (ص۱۶)

(۱۲)

جہاد کا اصل مسئلہ اس حالت میں غور طلب ہے

"میں خیال کرتا ہوں کہ اگرچہ ایک جماعت نے کلکتہ سے [illegible] فتویٰ اس باب میں قلم اٹھا کر [illegible] مطابق اپنی استعداد و

فہم کے لیکن جو اصل حقیقت مذہب وہابیت کی تھی اور جو حکم مفتی بہ مسئلہ جہاد کا دینِ اسلام میں ہے اس کی کشف ماہیت جس طرح اس رسالہ میں ہے کسی نے ظاہر نہیں کی ورنہ اس قدر وہم و گمان غیر واقع جو گاہ گاہ بعض حکام عالی مقام کے ذہن میں کثرت اخبار اعداد گدیگر سے راہ پاتا ہے۔ ہرگز پیرامون خاطر عاطر ان کے نہوتا اور ایک طرح کی بے فکری اس قسم کے تنازع فضول سے حکام عالی مقام اور رعایا ئے مطیع دونوں کو حاصل ہو جاتی ہے۔" (ص۹)

(۱۳)

جہاد صرف بصورت وجود شرائط جائز ہے

"قرآن و حدیث پر چلنا مستلزم اس امر کا نہیں کہ حاکم وقت سے بغاوت کرے یا امن خلائق میں خلل ڈالے یا رفاہِ عوام کا راستہ بند کرے بلکہ سارا قرآن اور تمام حدیثیں ان امور سے مانع اور باز رکھنے والے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ نفسِ جہاد غیر مسلموں سے اور فضیلت اس کی مسلمانوں کی شریعت میں ثابت ہے۔ اس میں حنفی اور سُنّی اور شیعہ اور رافضی اور خارجی اور مہدی اور سعدی اور نجدی سب برابر ہیں اور اس کے وقوع کے بصورت وجودِ شرائط اور وجودِ اسباب سب مسلمان قائل ہیں۔ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا لیکن شریعت میں کسی حکم کا ہونا اسکے وقوع کا مستلزم نہیں نہ عقل کی رُو سے نہ شرع کی جہت سے۔" (ص۲۵)

(۱۴)

بغیر شرائط کے پائے جانے کے جہاد ہرگز جائز نہیں

"جہاد وجود شرائط جہاد پر موقوف ہے جو سُنّتِ صحیح یا مذہب کی کتب میں مرقوم ہیں اور جب تک وہ شرائط نہ پائی جاویں جہاد ہرگز جائز نہیں۔ اور بغیر ان شرائط کے اگر کوئی جہاد کا مرتکب ہو تو وہ اپنی شریعت کے بھی خلاف کام کرتا ہے۔" (ص۵۸)

(۱۵)

جہاد بغیر شرائطِ شرعیہ روا نہیں

حکّامِ فرنگ سے لڑنے والے جاہل و غافل ہیں

"جہاد بغیر شرائط شرعیہ کے اور بغیر وجود امام کے روا نہیں۔ اور صرف لڑنا بھڑنا اور فتنہ پردازی اور ملک گیری اور سلطنت کے لیے قتل و قمع کرنا ہرگز جہاد نہیں۔ اور جو لوگ بغیر شرائطِ جہاد حکّامِ فرنگ کے قتل کا ارادہ کرتے یا اس فعلِ شنیع کے مرتکب ہوتے ہیں وہ شریعتِ اسلامیہ سے اور احکامِ دینِ محمدیہ سے بالکل جاہل و غافل ہیں۔" (ص۳۹)

(۱۶)

مخالفت سرکار انگلشیہ جہاد نہیں خبط ہے

"جہاد میں بڑی شرطیہ ہے کہ ایسے امام عادل

کامل صاحب فہم و فراست، دانشمند کے ہاتھ پر بیعت کی جاوے کہ جس میں شرائطِ امامت بخوبی موجود ہوں اور اُس ملک کے مردمانِ ذی ہوش و معاملہ دان و عقلمند اس کی امامت کو پسند فرماویں اور اس کو برضا و رغبتِ خود بلا جبر و اکراہ اپنے اُوپر بیعت عام کرکے حاکم بنا دیں اور اس لڑائی بھڑائی میں لڑکوں اور بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں اور ضعیفوں کو قتل نہ کریں اور اگر پھر دوسرا شخص دعویٰ امامت کرے تو باغی اور مفسد قرار دیا جائے اور واجب القتل ہو اور یہ سب شرطیں غدر میں یک قلم مفقود اور غیر موجود تھیں بلکہ ہر ملک و شہر میں جس کا جی چاہا اور اسکو دس پانچ سرداری نے گھیرا وہی سرکار سے باغی ہو کر لڑنے کو کھڑا ہو گیا اور اُس لڑائی کو جہاد ٹھہرایا حالانکہ وہ جہاد نہ تھا سراسر فتنہ تھا۔ غرض شریعتِ اسلام کی بنا پر مسلمانانِ ہند کو انہی حالاتِ موجودہ پر کہ امن و امانِ خلائق و رفاہِ عوام بخوبی قائم ہے اور ہر ایک کو اپنے امورِ مذہبی کے جاری کرنے کی موجب اشتہار گورنمنٹ مجریہ دربار قیصری دہلی کسی طرح کی مزاحمت اور مخالفت سرکار انگلشیہ سے مطلق نہیں۔ جہاد نمایاں کرنا خبط ہے۔" (صفحہ ۳)

—(۱۷)—

غدر کو نادان عوام الناس نے جھوٹ موٹ جہاد کہا تھا

"اس صورت میں ہندوستان ان کے نزدیک دار الحرب ہوگا نہ دار الاسلام اور دار الحرب میں رہ کر اور غیر مذہب والوں کے ملک میں بامن و امان بس کر کسی مسلمان کے نزدیک ارادہ اور قصد جہاد کا کرنا روا نہیں۔ چنانچہ غدر میں جو چند لوگ نادان عوام الناس فتنہ و فساد پر آمادہ ہو کر جہاد کا جھوٹ موٹ نام لینے لگے اور عورتوں اور بچوں کو ظلم و تعدی سے مارنے لگے اور لوٹ مار پر ہاتھ دراز کیا۔ اور اموال رعایا اور پرایا پر غصباً قابض و متصرف ہوئے۔ انہوں نے خطائے فاحش کی اور قصور ظاہر۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث کے موافق کہیں شرطیں جہاد کی موجود نہ تھیں۔" (صفحہ ۲۴)

—(۱۸)—

عام مسلمان جسے جہاد سمجھ رہے ہیں وہ فتنہ ہے

"آج کل عام مسلمان جن کو علم و فہم سے بہرہ بلکہ اکثر اربابِ دول و حکومت جنہیں اسلام کی خو بو رہے اور اور ان کی باتوں سے بالکل واقفیت نہیں جس کو جہاد سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں فتنہ کے سوا اور کچھ نہیں اور کوئی اہل علم اور اربابِ عقل سے اس کا قائل اور معترف نہیں چنانچہ ایام غدر میں جو ملک ہندوستان میں بعضے راجہ بابو اور بہت سے نام کے نواب و امراء بنام نہاد جہاد ہندوستان کے امن و امان میں خلل انداز ہوئے اور انہوں نے لڑائی بھڑائی کا بازار گرم کیا اور یہاں تک کہ ان کے فساد و عناد کی نوبت پہنچی کہ

عورتوں اور بچوں کو جو کسی شریعت میں واجب القتل نہیں ہیں۔ بے تامل چیر پھاڑ کے پھینک دئیے۔ افسوس صد افسوس۔ حالانکہ اسلام میں تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ کام خلاف شرع محمدی ہے اور کسی فرقۂ اسلام میں ہرگز جائز اور روا نہیں۔" (صفحہ ۲۸-۲۹)

(۱۹)

غدر کو جہاد کہنا خلاف قرآن و حدیث ہے

"ہم کو بڑا تعجب آتا ان لوگوں پر جنہوں نے غدر میں بغیر وجود شرائط کے، اور بغیر وجود امام کے، اور بغیر اتباع شرع کے، باوجود قتل کرنے لڑکوں اور عورتوں کے جو محض بے گناہ اور معصوم تھے کیونکر فتویٰ دیدیا کہ یہ ہڑبونگ جاہلوں کا اور بھیڑ مفسدوں کا اور ہنگامہ شاہدوں کا، وہ تو توں کا جہاد ہے معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ فتویٰ کس قرآن سے نکالا اور کونسی حدیث سے ثابت کیا؟" (صفحہ ۳)

(۲۰)

ملک گیری کی لڑائیاں جہاد شرعی کبھی سو کوس دور ہیں

"ایسی لڑائیاں جن سے صرف حکومت اور جہانگیری اور سلطنت مقصود ہو جہاد شرعی سے ہزاروں کوس دور ہیں اور ایسی لڑائیوں والا ہرگز اپنے تئیں مجاہد نہیں قرار دے سکتا ہے۔ ابن عرب شاہ نے عجائب المقدور میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں تیمور کی مذمت کی ہے اور اس کو بُرا کہا ہے کہ اس نے اپنی لڑائیوں کا نام جہاد رکھا تھا۔" (صفحہ ۳۲-۳۳)

(۲۱)

حکومت انگلشیہ سے لڑائیاں ہرگز جہاد شرعی نہیں

"جو لڑائیاں غدر میں واقع ہوئیں وہ ہرگز جہاد شرعی نہ تھیں اور کیونکر وہ جہاد شرعی ہو سکتا ہے کہ جو امن و امان خلائق کا اور راحت و رفاہ مخلوق کا حکومت انگلشیہ سے زمین ہند میں قائم تھا اس میں بڑا خلل واقع ہوگیا۔ یہاں تک بوجہ بے اعتباری رعایا نوکری کا ملنا محال ہوگیا۔" (صفحہ ۳۳-۳۴)

(۲۲)

علماء احناف کے نزدیک ہندوستان انگریزوں کے وقت دار الاسلام تھا

"علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے کہ تمام والا مقام فرنگ فرمانروا ہیں اس وقت سے یہ ملک دار الحرب ہے یا دار الاسلام۔ حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے۔ ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دار الاسلام ہے اور جب یہ ملک دار الاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنے؟ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔ اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دار الحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ۔ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان

میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں جب تک کہ یہاں سے ہجرت کرکے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک ہرگز جائز نہیں۔" (صفحہ ۲۹-۳۰)

(۲۳)

انگریزی حکومت سے جہاد کا فتویٰ جاہل ملاؤں کا کام ہے

"کوئی دانشمند تجربہ کار معاملہ فہم ہرگز اس بات کو قبول نہیں کرسکتا ہے (سوائے ان ملاؤں کے جو علم کامل سے جاہل اور تحقیق صحیح سے عاطل ہیں) کہ کوئی شخص بھی اہل علم و معرفت سے ایسا دعویٰ کرے کہ سرکار سے جہاد کرنا مذہب اسلام میں حالت موجودہ پر بالخصوص فرض ہے یا اس وقت میں شروط جہاد موجود ہیں۔" (صفحہ ۱)

(۲۴)

سید اسمٰعیل شہید نے سرکار انگریزی سے جہاد کا کبھی ذکر نہیں کیا

"انہوں (یعنی سید اسمٰعیل دہلوی) نے اپنی کسی کتاب میں مسئلہ جہاد کا نہیں لکھا چہ جائیکہ ذکر جہاد باسرکارِ عالیہ انگریزیہ کیا۔ بلکہ سرکار نے ان کی نسبت معاملہ قدرشناسی کا اس وقت میں فرمایا چنانچہ تحریر سید احمد خان بہادر سے بھی ثابت ہے۔ اگرچہ بہت سے مفسدین نے جن کا شعار فسق و فجور تھا ان کے مقابلہ میں بہت کوششیں کیں مگر حکام انگریزی نے اس کی سماعت نہیں کی اور نہ کبھی ان سے تعرض کیا۔" (صفحہ ۲۱)

(۲۵)

سید احمد بریلوی نے گورنمنٹ کی سرحد میں کبھی جہاد نہیں کیا

"سید احمد شاہ بریلوی اور ان کے طریقہ کے لوگ انہوں نے تو کبھی نام بھی جہاد کا گورنمنٹ سے ہندوستان کی سرحد میں نہیں لیا۔" (صفحہ ۱۰۷-۱۰۸)

(۲۶)

ہندوستان دارالحرب میں بھی حکام انگلشیہ سے لڑنا گناہ ہے

"اگر ہندوستان دارالحرب بھی ہو تو بھی حکام انگلشیہ کے ساتھ جو یہاں کے رئیسوں کا عہد اور صلح ہے اس کا توڑنا بڑا گناہ ہے۔" (صفحہ ۴۹)

(۲۷)

مولوی محمد حسین نے گورنمنٹ ہند سے جہاد سے انکار کیا

"اس گزٹ (سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۸ راگست ۱۸۷۹ء منقول) میں یہی ذکر ہے کہ مولوی محبوب علی دہلوی نے زمانہ غدر کی لڑائی کی نسبت جس میں بخت خان باغی نے ان کو شریک کرنا چاہا تھا جہاد

ہونے سے انکار کیا اور مولوی محمد حسین لاہوری بھی اب تک بذریعہ پرچہ اشاعۃ السنۃ جہاد کی نسبت گورنمنٹ ہند کے انکار کرتے ہیں" (صفحہ ۹۲)

(۲۸)

حال کے فساد و بغاوت جہاد نہیں ہیں

"حال کے فساد و بغاوت کو جو جاہل لوگ ہر جگہ کرتے ہیں کون جہاد کہہ سکتا ہے؟ اور یہ لڑائی کب لائق اس اجر و ثواب کی ہو سکتی ہے جس کا وعدہ قرآن شریف اور حدیث اور فقہ کی کتابوں میں عموماً لکھا ہے؟" (صفحہ ۱۰۶)

(۲۹)

بغاوت ۱۸۵۷ء کو جہاد کہنا اسلام سے ناواقفیت ہے

"یہ بغاوت جو ہندوستان میں بزمانہ غدر ہوئی اس کا نام جہاد رکھنا ان لوگوں کا کام ہے جو اصل دینِ اسلام سے آگاہ نہیں ہیں" (صفحہ ۱۰۶-۱۰۷)

(۳۰)

حاکموں کی اطاعت سب واجبوں سے بڑا واجب ہے

"حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان (مسلمانوں) کی ملت میں سب واجبوں سے بڑا واجب ہے اور یہ امور سب اہلِ سنت کے گروہ میں موجود ہیں اور اہلِ بدعت میں مفقود۔" (صفحہ ۵)

(۳۱)

مخالفتِ جہاد کی کتابوں کی غیر ملکوں میں اشاعت

"دوسرے بتشریح اس مسئلہ کو (نواب صدیق حسن خان صاحب) کتاب موائد العوائد میں نہایت تحری و تحقیق سے بیان فرمایا ہے اور جیسے اور کتابیں ہندوستان سے لیکر مصر اور استنبول مکہ اور پشاور تک سینکڑوں جگہ تقسیم ہو گئیں ویسے ہی یہ کتاب بھی جا بجا پہنچ گئی۔" (صفحہ ۹۶)

(۳۲)

برٹش سرکار کا عدل اماموں کے لئے نمونہ ہے

"ایک کتاب دوسری ہے جس کا نام اکلیل ہے مثلاً یہ بات عربی عبارت میں اپنے استاذ الاستاد مرحوم قاضی محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے کہ اقل درجہ عدل کے واسطے امام کے یہ ہے کہ مثل سرکار برٹش کے اسباب رفاہ عام میں کوشش کرے اور خیر خواہ و امن جوئے عامۂ خلق ہو۔" (صفحہ ۹۸-۹۹)

(۳۳)

انتظامِ ملک میں فساد بغاوت خلافِ دینِ اسلام ہے

"ہم لوگوں کا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ جو کام انتظام ملک میں موجب فساد کا ہو اور جس کام میں عہد شکنی لازم آوے اور امن رعایا میں خلل پڑے

وہ کام خلافِ دینِ اسلام ہے۔" (ص۱۱۹)

(۳۴)

وہابیوں کی رہائی اور واپسی کا فیصلہ

"تجویز ذیل کہ جس کو گورنمنٹ ہند نے دفتر خاص میں جاری کیا ہے وہ بغرض اشتہار عام لکھی جاتی ہے کیفیات مقدمہ پر غور فرما کر اور نیز استفسار روداد مقدمہ از گورنمنٹ بنگال و پنجاب گورنر جنرل با جلاس کونسل مہربانی فرما کر فیصلہ کرتے ہیں کہ کُل وہ وہابیان قیدی جن کی نسبت حکم سزا ئے حبسِ دوام بعبور دریائے شور قرار دیا تھا اور جرم ان کا مدد جنگ بمقابلہ گورنمنٹ سمجھا گیا تھا اور جن کی میعاد اب تک باقی ہے اب وہ قید سے رہا کئے جاتے اور ان سب کو واپسی وطن کی اجازت دی جاتی ہے۔" (ص۶)

(۳۵)

غدر کے زمانہ میں مولویوں سے جبراً فتویٰ جہاد لیا گیا تھا

"زمانہ غدر میں سواروں اور تلنگوں نے بعض مولویوں سے زبردستی جہاد کے مسئلہ پر مہر کرائی فتویٰ لکھایا۔ جس نے انکار کیا اُسے مار ڈالا۔ اس کا گھر لوٹ لیا۔" (ص۱۰۸)

(۳۶)

فتنہ و فساد کو جہاد کہنے والے علماء سے متعلق پیشگوئی

"حدیث سے معلوم ہوتا کہ مسلمانوں میں ایسے امام بھی پیدا ہوں گے جو لوگوں کو گمراہ کر دیں گے جیسے وہ لوگ کہ فتنوں میں مثلاً حکم جہاد کا دیکر غریب جاہلوں کو دین دنیا دونوں سے کھو دیتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ یہ شورش و بلوے و فساد جو خلق میں مچایا جاتا ہے اوباش بدمعاش لوگوں سے ہوتا ہے شرعاً فتنہ ہے نہ جہاد۔ اس سے تو جہاں تک ہو سکے خود بچے دوسروں کو بچاوے نہ یہ کہ فضائلِ جہاد سنا کر اس میں خود پھنسے یا دوسروں کو پھنساوے۔" (ص۱۲۳)

"اب ہم ذہناً بھی مسلمان نہیں رہے"

مدیر چٹان شورش کاشمیری کا اعتراف

"پندرہ بیس برس پہلے ہم ذہناً مسلمان تھے قلب کی محرومی کا ماتم اُس وقت بھی کیا جا رہا تھا۔ اب ہم ذہناً بھی مسلمان نہیں رہے۔ نئی نسل کے دل سے اسلام کی عصبیت ختم ہو چکی ہے احترام کبھی تھا وہ بسرعت تمام اُڑ رہا ہے **اس بغاوت کا اصل سبب خود** ہمارے علماء کرام اور مشائخ عظام ہیں کہ ان کے نزدیک اسلام بعض ظواہر کی نمائش رہ گیا ہے۔" (ادارہ چٹان ۲ مارچ ۱۹۷۰ء)

اہلحدیثوں کے متعلق انگریزی حکومت کا رویّہ

اہل حدیث حکومت کے "جاں نثار" وفادار تھے

جناب مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری کا بیان

[ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے زیرِ عتاب آنے والے مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری نے ایک رسالہ "تاریخ عجیب عرف کالا پانی" اپنے حالات میں لکھا ہے جسے صوفی بکڈپو پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات نے شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں مولانا تھانیسری نے اہلحدیثوں المعروف وہابیوں کے متعلق حکومت انگریزی کے رویہ پر روشنی ڈالی ہے۔ مولوی صاحب موصوف بھی وہابی گردانے جا کر بیس سال تک جزیرہ انڈیمان میں نظربند رہے۔ مولوی صاحب موصوف کے اس رسالہ کے تین اقتباسات ہمارے موضوع سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اسلئے ہم انہیں درج ذیل کرتے ہیں :-]

(۱)

اہلحدیث سرکار ابد پائیدار کے جاں نثار بن گئے

"خدا کا شکر ہے کہ ان پچیس۲۵ برس گذشتہ کے تجربوں اور وہابیوں کی خیرخواہی نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اس خیالی پلاؤ کو از سرتا پا دروغ ثابت کر دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسب سفارش گورنمنٹ پنجاب جس کے علاقہ کے وہابی جملہ رعایائے ہند میں خیرخواہی سرکار میں سبقت لے گئے۔ یہ لفظ وہابی جو اُن کا عطیہ خطاب تھا بحکم گورنمنٹ ہند سرکاری تحریرات میں یک قلم لکھنا بند ہو گیا اور آئندہ سے یہ لوگ اپنے پرانے نام محمدی یا اہلحدیث سے پکارے جایا کریں گے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ بوجہ اس قدردانی گورنمنٹ کے یہ لوگ اس قدر گورنمنٹ کے ہوگئے ہیں کہ اگر موقع آپڑے تو سرکار ابد پائیدار پر اپنی جان نثار کر دیویں۔"

(تاریخ عجیب صفحہ ۲۷-۲۸)

(۲)

بغاوت ۱۸۵۷ء میں اہلحدیثوں کا طریق عمل

"اگرچہ ابتدائے عملداری پنجاب سے انہوں نے صدہا بڑے بڑے معزز انگریزوں اور میم اور بچوں

کو بلکہ گورنر جنرل تک کو مار ڈالا اور ابھی تک جہاں موقع پاتے ہیں اپنی وحشیانہ حرکت سے باز نہیں آتے اور ان کے مولویوں نے عام فتوے دے رکھا ہے کہ انگریزوں کو مارنا بڑا ثواب ہے۔ مگر تو بھی انگریز افغانوں کو ایسا اس قدر دشمن نہیں جانتے جس قدر وہابیوں کو ڈاکٹر ہنٹر کی بدولت ایسا دشمن گرد رکھا ہے۔ حالانکہ ابتدائے عملداری سرکار سے وہابیوں سے قتل انگریزی تو درکنار کبھی خلاف تہذیب بھی سرزد نہیں ہوئی۔ عین بغاوت ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بغاوت اور فساد کے وہابیوں نے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا کر اپنے گھروں میں چھپا رکھا۔"

(تاریخ عجیب صفحہ ۲۷)

(۳)

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی "خیرخواہ دولت انگلشیہ" تھے

"مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جو ایک نامی خیرخواہ دولت انگلشیہ کے ہیں واسطے خدمت گویندہ گری وہابیوں کے دہلی سے راولپنڈی طلب ہوئے۔"

(کتاب تاریخ عجیب عرف کالا پانی مصنفہ مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری شائع کردہ صوفی بکڈپو پنڈی بہاء الدین صفحہ ۲۵)

اکابر اہلحدیث اور جہاد کی منسوخی پر رسالے

ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے اپنی ۲۱ راگست ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں لکھا ہے:-

"معاصر 'البلاغ' کے شمارہ جولائی ۱۹۷۰ء میں پروفیسر محمد ایوب قادری کا ایک مضمون سرسید احمد خان اور وہابی تحریک شائع ہوا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس مضمون میں سرسید احمد خان کے مسلک اہلحدیث کو بنا بر تحقیق قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی ناکام ہو گئی اور برعظیم ہند پر انگریزوں کو کامل غلبہ و تسلط حاصل ہو گیا اہل حدیث اور ان کے اکابر نے انگریزوں کی وفاداری کو دل و جان سے قبول کر لیا اور جہاد کی منسوخی کی تائید میں رسالے لکھے۔"

(الاعتصام ۲۱ راگست ۱۹۷۰ء)

علماءِ اہلحدیث کی وفاداری پر معذرت

الفرقان کی گزشتہ چند اشاعتوں میں ہم نے اس اعتراض کی تردید میں کہ حضرت مرزا صاحب نے چونکہ انگریزوں کی مذہبی آزادی کی تعریف کی ہے اسلئے وہ ان کے آلہ کار تھے، انگریزی حکومت کے بارے میں مسلمانوں کے علماء و زعماء کے کچھ حوالہ جات پیش کئے تھے۔ ان میں اہلحدیث علماء کے بھی نمایاں بیانات تھے۔ ان کا مضمون یہ تھا کہ اہلحدیثوں نے انگریزی گورنمنٹ کی تعریف و توصیف کی۔ اس کی مدح کی۔ اس کے قیامِ امن کو سراہا۔ اس کے مذہبی آزادی دینے کی بنا پر اس سے وفادارانہ تعلقات استوار کئے اور اس کے استحکام اور دوام کے لئے دعائیں کیں۔

علماء اہلحدیث کے ان بیانات پر ہفت روزہ تنظیم لاہور نے لکھا کہ:-

"(احمدی) اخبارات میں شور مچا رہے ہیں کہ بعض علمائے اسلام بھی حکومت برطانیہ کی تعریف و توصیف کرتے رہے ہیں تو کیا انہیں بھی انگریز کا آلہ کار کہا جائے گا" (۸ ستمبر ۸۰ء)

اس کے بعد فاضل مدیر الاعتصام لاہور لکھتے ہیں:- "مسلمانوں کی بعض جماعتوں اور بعض افراد کے وہ خیالات پیش کئے جا رہے ہیں جن میں انہوں نے انگریز گورنمنٹ کی مذہبی رواداری پر ان کا شکریہ اور ان سے وفاداری کا اظہار کیا ہے چنانچہ الفرقان ربوہ کے اگست کے شمارے میں شیعہ سنی اور اہلحدیث سے متعلق بعض اس قسم کے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد پھر ستمبر کے شمارے میں بعض علمائے اہلحدیث کی وہ تحریریں پیش کی گئی ہیں جن میں مذہبی آزادی پر گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا گیا ہے نیز جماعت اہلحدیث کے لئے وہابی کے لفظ کے استعمال کی قانونی ممانعت پر اس کے لئے تشکر و امتنان کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ مدیر الفرقان صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ حضرات انگریز سے وفاداری کے اظہار کے باوجود انگریز کے آلہ کار نہیں تو مرزا صاحب کو اس قسم کے خیالات کی بناء پر انگریزوں کا آلہ کار کیونکر کہا جا سکتا ہے؟"

(الاعتصام ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۰ء)

اہلحدیثوں کا زیادہ شوخ اور منہ زور رسالہ ترجمان الحدیث پہلے مدیر الفرقان کے ان الفاظ کو نقل کرتا ہے کہ:-

"انگریزی حکومت نے ملک ہند میں قیام امن اور آزادیٔ مذہب کی جو کوششیں کی تھیں اُن کی وجہ سے تمام ہندوستانی مسلمانوں نے اس حکومت کا شکریہ ادا کیا اور اس سے تعاون کے طریق کو اختیار فرمایا تھا اس سے کسی کا نتیجہ نکالنا کہ ایسے لوگ انگریزوں کے آلۂ کار تھے انتہائی غلط فہمی ہے"

اور پھر جلدی سے "رہا معاملہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریسوں کا" کہہ کر مدیر ترجمان الحدیث لکھتے ہیں :-

"اگر کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا تو غلط کیا۔ ہم انہیں نہ معصوم سمجھتے ہیں اور نہ صاحب شریعت کہ اُن کی ہر بات ہمارے لئے حجت و سند ہو۔ قوم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور ہوتا ہے ان سے مجموعی طور پر قوم کے دامن پر دھبہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بناء پر کسی گروہ کو مطعون کیا جا سکتا ہے۔"

(ترجمان الحدیث لاہور جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۵۹)

عیاں ہے کہ ہم نے علماء کے حوالہ جات کسی پر دھبہ لگانے یا کسی کو مطعون کرنے کے لئے پیش نہیں کئے تھے بلکہ غلط طور پر اندھا دھند دھبہ لگانے والوں اور زبانِ طعن دراز کرنے والوں کو اُن کے بزرگ علماء کے بیانات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ واضح رہے کہ "معاملہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریسوں کا" نہیں ہے یہ ایڈریس ساری اہلحدیث جماعت نے دیئے ہیں۔ سارا گروہ ان کے پیش کرنے میں شریک ہے اور خوشی و مسرت منانے میں سب کا حصہ ہے۔ ان ایڈریسوں کو محض مولوی محمد حسین بٹالوی کے ایڈریس" کہہ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے سے بات نہیں بن سکتی۔ ذرا ان ایڈریسوں کو آج اپنے اخبارات و رسائل میں نقل تو کریں تا آپ کے قارئین آپ کی اس "راستبازی" کا اندازہ لگا لیں کہ یہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریس تھے۔ پھر کیا یہ بھی معلوم ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی آپ کی قوم میں کیا درجہ رکھتے تھے۔ وہ اہلحدیثوں کے مسلّم سردار اور نمائندہ تھے۔ کیا کوئی اہلحدیث اس بات کا انکار کر سکتا ہے؟

پھر ہم کہتے ہیں کہ اب اِس خاص نمبر میں جناب نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالوی کے نئے ۳۶ حوالہ جات' ترجمان وہابیہ نامی کتاب سے شائع کئے جا رہے ہیں اور نواب صدیق حسن خانصاحب کو آپ لوگ مجدد قرار دیا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر اہلحدیث اکابر کے صریح بیانات بھی شامل اشاعت ہیں اگر یہ سب لوگ "غلطیوں اور لغزشوں" کا شکار تھے تو وہ کون لوگ تھے جو اہلحدیثوں میں سے غلطیوں اور لغزشوں سے بچے ہوئے تھے؟ ہوش سے اور سوچ کر جواب

دیجئے گا محض گالیاں دینے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

معزز قارئین! آپ نے مدیر ترجمان اہلحدیث کی غلط کاری ملاحظہ فرمائی جو انہوں نے اپنے بزرگوں کی تغلیط کرتے ہوئے کی ہے۔ آئیے اب اس بارے میں اہلحدیثوں کا دوسرا اندازِ جواب بھی ملاحظہ فرمائیں مدیر الاعتصام لکھتے ہیں:۔

"علمائے اسلام میں سے جن حضرات نے انگریز سے **وفاداری** کا اظہار کیا تو اس کی **وجہ** خود اُن کے بقول یہ تھی کہ اس حکومت کے زیرِ سایہ مذہبی **آزادی** پوری طرح حاصل ہے نیز یہ کہ مسلمانوں کے پاس قوت و طاقت اور اسباب و وسائل بھی نہیں جن کے ذریعے وہ جنگ کرکے اسے دیس نکالا دے سکیں۔ اسلئے ایسے حالات میں وہ **حکومت وقت سے بغاوت کے جواز کا فتویٰ صادر نہیں کرتے تھے**۔ اور ان حالات میں گورنمنٹ انگریزی سے **وفاداری کو انسب سمجھتے تھے**۔"

(الاعتصام لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲)

گویا یہ ایک **حقیقت** ہے کہ علمائے اسلام نے انگریزوں سے **وفاداری** کا اظہار کیا کیونکہ ان کے نزدیک "اس حکومت کے زیرِ سایہ مذہبی آزادی پوری طرح حاصل تھی۔ نیز یہ بھی مسلّم ہے کہ علمائے اسلام نے گورنمنٹ انگریزی کو حکومتِ وقت سمجھتے ہوئے اس کے خلاف **بغاوت کے جواز کا** فتویٰ نہ دیا بلکہ **وفاداری کو انسب سمجھا**۔ کیونکہ ان کے پاس طاقت و قوت نہ تھی ہم مدیر **الاعتصام** کی اس توجیہہ سے اتفاق کرتے ہیں کہ علمائے اسلام کی **وفاداری** کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک انہیں حکومت انگریزی کے زیرِ سایہ مذہبی آزادی حاصل تھی۔ وہ اس حکومت کے خلاف بغاوت کا فتویٰ اسلئے نہ دیتے تھے کہ ان کے پاس طاقت و قوت اور اسباب و وسائل موجود نہ تھے۔ ہم یہ توجیہہ تسلیم کرتے ہیں مگر سوال تو پھر وہی ہے کہ اگر ان دنوں حالات کوئی ظالم انسان ان علمائے اسلام کو انگریز کا **آلۂ کار قرار** دے تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ کیا آپ بھی انہیں انگریز کا آلۂ کار قرار دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے؟ اگر آپ ان علماء کو باین **وفاداری** اور عدم بغاوت انگریز کے آلۂ کار نہیں مانتے تو کیا یہ انتہائی بے انصافی نہیں کہ آپ محض اسی بناء پر حضرت میرزا غلام احمد صاحبؑ کو انگریزی حکومت کا آلۂ کار کہتے ہوئے کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے ؂

خدا سے کچھ ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے

علماء اہلحدیث کے حوالہ جات کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہوئے مدیر الاعتصام نے ان کی طرف سے باین الفاظ معذرت پیش کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

(الف) "یہ ٹھیک ہے کہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم نے ایسے خیالات کا اظہار

فرمایا ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا
اہلحدیث صرف مولانا بٹالوی کی ذات
ہے کہ انفرادی طور پر ان کے ایسے خیالات
کو پوری جماعت اہلحدیث پر چسپاں کر دیا
جائے۔ وہ جماعت کے صرف ایک فرد تھے جو
فی الواقع دوسرے بعض علمائے اسلام
کی طرح بعض وجوہات (جنکی تفصیل
عنقریب الگ ایک مضمون[1] میں الاعتصام میں
آپ پڑھیں گے) کی بناء پر انگریز سے
وفاداری کا اظہار کرتے رہتے تھے۔"

(ب) "سوچنے والی بات ہے کہ غیر نبی افراد کے
قدم ڈگمگا سکتے ہیں۔ ان میں مداہنت
آ سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض مواقع پر وہ
اس عزیمت اور استقامت کا ثبوت پیش نہ
کر سکیں جو کفر کے مقابلہ میں ضروری ہے۔"

(ج) "افراد سے بڑی بڑی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔
جن علماء کی تحریریں الفرقان میں شائع کی گئی
ہیں ان سے تعلق رکھنے والی جماعتیں اسے
اپنے افراد کی غلطیاں کہہ کر ہی ٹال سکتی
ہیں۔" (الاعتصام ۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۰ء)

جواباً گزارش ہے کہ اسے ہی عذرِ گناہ بدتر از گناہ
کہتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کے نزدیک "بٹالوی" ہی ہے تو ہم آپ
کا کیا بگاڑ سکتے ہیں مگر یہ بٹالوی خود بڑی مداہنت
ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی تو ایک "فرد" تھے مگر اس کا
کیا جواب ہے کہ اس وقت ان کے بیانات کی
"جماعت" نے تردید کیوں نہ کی تھی؟

ہم محسوس کرتے ہیں کہ آپ کا ضمیر تسلیم کرتا ہے
کہ وفاداری اور تعاون سے کسی کو انگریزوں کا آلۂ کار
کہنا سراسر جھوٹ ہے۔ ہمارے مخالف اخبارات و
رسائل مجبور ہو کر اپنے اکابر علماء کے تعاون اور
وفاداری کو "غلطی"، "لغزش" اور "عدم استقامت"
تو کہتے ہیں مگر یہ نہیں کہتے کہ یہ سب لوگ
انگریز کے آلۂ کار تھے۔ ہمارا استدلال
ان حوالہ جات سے یہی ہے کہ پُر امن حکومت،
مذہبی آزادی دینے والی حکومت سے تعاون
اور وفاداری کا جذبہ رکھنے والوں کو اس حکومت
کا آلۂ کار کہنا سراسر غلط اور محض جھوٹ ہے۔
اور یہ بات ہمارے پیش کردہ حوالہ جات
سے ہمارے مخالفین کو بھی چار و ناچار تسلیم کرنی
پڑی ہے وھو المراد۔

ہاں انبیاء علیہم السلام کے غیر مسلم حکومتوں
سے تعاون کے بارے میں ہم بطور اداریہ علیحدہ
مضمون لکھ چکے ہیں۔

مولوی ظفر علی خان کی دعا

؎ عالم میں شاہ جارج کا اونچا علَم رہے
قائم ہر ایک ملک میں جاہ و حشم رہے
(اخبار زمیندار ۱۹ دسمبر ۱۹۱۱ء)

---

[1] الفرقان ـ یہ وجوہات والا مضمون ابھی تک شائع نہیں کیا گیا ـ کیوں؟

انگریزی حکومت اور مسلمان علماء و مشاہیر

۱۸۵۷ء سے پہلے

تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور حضرت سید اسمٰعیل صاحب شہید علیہما الرحمۃ کے ارشادات

جناب مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری اپنی مشہور تصنیف سوانح احمدی میں لکھتے ہیں:-

(۱) "یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاوے گا۔ کیونکہ سینکڑوں کوس سفر کر کے سکھوں کے ملک سے پار ہو کر افغانستان جانا اور وہاں برسوں رہ کر سکھوں سے لڑنا یہ ایک ایسا امر محال ہے جس کو ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے۔ نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا ملک لینا ہمارا مقصد ہے بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادران اسلام پر ظلم کرتے اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی ادا کرنے کے مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آجائیں گے تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی

اور انبیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں۔ یہ جواب باصواب سن کر سائل خاموش ہو گیا اور اصلی غرض جہاد کی سمجھ لی۔" (سوانح احمدی صلے مؤلفہ مولانا محمد جعفر تھانیسری)

(۲) "یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رُو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔ اس وقت پنجاب کے سکھوں کا ظلم اس حد کو پہنچ گیا کہ ان پر جہاد کیا جائے۔" (سوانح احمدی ص۵۷)

تاریخی یادداشت

حضرت سید احمد و سید اسمٰعیل ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو شہید کر دیئے گئے۔ (کتاب سید احمد شہید مؤلفہ جناب غلام رسول مہر ناشر کتاب منزل لاہور ص۱۴۴) سکھوں کا ظلم و تعدی کا دور انگریزوں کے پنجاب پر تسلط کے نتیجہ میں جو (۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء) کو ہوا ختم ہو گیا۔ (تواریخ گورو خالصہ حصہ سوم ص۔۔ مصنفہ گیانی گیان سنگھ ۱۸۹۳ء) اور مسلمانوں کو مذہبی آزادی نصیب ہوئی۔

ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے متعلق علماء اور مسلمان مدبرین کے اقوال۔

(۱) میاں سید نذیر حسین صاحب دہلوی مشہور اہلحدیث عالم کی سوانح "الحیاۃ بعد المماۃ" میں لکھا ہے۔

"میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جب کہ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا تو مولوی صاحب نے اس پر دستخط کیا نہ مُہر۔ وہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ ہلڑ تھا بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ بے چارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا حشرات الارض خانہ برانداز وں نے تمام دہلی کو خراب و ویران تباہ و برباد کر دیا شرائط امارت، و جہاد بالکل مفقود تھے۔ ہم نے تو اس فتویٰ پر دستخط نہیں کیا مُہر کیا کرتے اور کیا لکھتے۔ مفتی صدر الدین صاحب چکر میں آ گئے۔"

"بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ

انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں مگر
وہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہوئے
تھے کرتے تو کیا کرتے۔"
(الحیات بعد الممات صـ۱۲۵ مؤلفہ
حافظ عبد الغفار صاحب بانی امام
محمدی مسجد۔ ناشر مکتبہ شعیب۔ حدیث
منزل۔ کراچی ملـ)

(۲) دیوبندی عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
کے متعلق بھی لکھا ہے کہ:۔
"آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے
دلی خیرخواہ تھے۔ تازیست خیرخواہی
میں ثابت رہے۔"
(تذکرۃ الرشید صـ۷۹ مؤلفہ مولانا
محمد عاشق الٰہی صاحب بار دوم۔ مکتبہ
عاشقیہ میرٹھ)

(۳) اہلحدیثوں کے ایڈوکیٹ مولوی محمد حسین صاحب
بٹالوی نے بحوالہ کتب ہدایت السائل وغیرہ میں
لکھا تھا کہ:۔
(الف) "ہندوستان کے بلاد دار الاسلام
ہیں نہ دار الحرب۔۔۔۔
(ب) برٹش گورنمنٹ سے ہندوستان کے
تمام رؤساء و رعایا کا ہمیشہ کے لئے
معاہدہ دوستی ہو چکا ہے۔ لہذا
ہندوستان کے کسی شخص کا برٹش
گورنمنٹ سے جہاد کرنا اور اس

معاہدہ کو توڑنا جائز نہیں ہے۔
(ج) جو غدر ۱۸۵۷ء میں برٹش
گورنمنٹ سے مفسدوں نے
سلوک کیا وہ فساد تھا نہ جہاد۔
(د) ہندوستان کو دار الحرب سمجھنے
والوں کو بھی اس ملک میں رہ کر
گورنمنٹ سے مخالفت کرنا جائز
نہیں ہے۔
(ھ) اس وقت جہاد کی شرطیں بالکل مفقود
ہیں لہذا ملک ہند میں کلکتہ سے پشاور
تک اور سندھ سے دکھن تک کوئی
شخص برٹش گورنمنٹ سے جہاد نہیں
کر سکتا۔
(و) برٹش گورنمنٹ عادل ہے اور
خیرخواہ دامن جو سے عامہ خلائق ہے
وغیرہ وغیرہ۔" (رسالہ اشاعۃ السنہ
جلد ۹ ملـ صـ۱۶ بابت ۱۸۸۶ء)

(۴) جناب سر سید احمد خان بانی علیگڑھ کالج نے
۱۸۵۸ء میں ایک کتاب "اسباب بغاوت
ہند" لکھی جس میں اس وقت مسلمانان ہند کی
ترجمانی یوں الفاظ کرتے ہیں:۔
"مسلمانوں کا بہت زور دل سے
آپس میں سازش اور مشورہ کرنا اس
ارادے سے کہ ہم باہم متفق ہو کر
غیر مذہب کے لوگوں پر جہاد کریں

اور ان کی حکومت سے آزاد ہو جائیں
نہایت بے بنیاد بات ہے۔ جب کہ
مسلمان ہماری گورنمنٹ کے مستامن
تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد
نہیں کر سکتے تھے۔ بیس تیس برس پیشتر ایک
بہت بڑے نامی مولوی محمد اسماعیل نے
ہندوستان میں جہاد کا وعظ کہا اور
آدمیوں کو جہاد کی ترغیب دی۔ اس
وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان
کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن
میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں
کر سکتے اسلئے ہزاروں آدمی جہادی
ہر ایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور
سرکار کی عملداری میں کسی طرح کا فساد نہیں
کیا اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی
اور یہ جو ہر ضلع میں پاجی اور جاہلوں کی
طرف سے جہاد کا نام ہوا۔ اگر ہم اس
کو جہاد ہی فرض کریں تو بھی اس کی سازش و
صلاح قبل دسویں مئی ۱۸۵۷ء مطلق نہ تھی۔
غور کرنا چاہیئے کہ اس زمانے میں
جن لوگوں نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے
خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے
کہ بجز شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ
اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا
بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے
گنے جا سکتے تھے؟

اس ہنگامے میں کوئی بات بھی مذہب
کے مطابق نہیں ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ
سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت
تھا اس میں خیانت کرنا ملازمین کو نمک حرامی
کرنی مذہب کی رو سے درست نہ تھی۔
صریح ظاہر ہے کہ بے گناہوں کا قتل
علی الخصوص عورتوں اور بچوں اور بڈھوں
کا مذہب بموجب گناہ عظیم تھا پھر کیونکر
یہ ہنگامہ غدر ہو سکتا تھا؟ ہاں البتہ
چند بدذاتوں نے دنیا کی طمع اور اپنی
منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے
اور جاہلوں کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ
جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے لیا۔
پھر یہ بات بھی مفسدوں کی حرمزدگیوں
میں سے ایک حرمزدگی تھی نہ واقع میں
جہاد۔ دلی میں جو جہاد کا فتویٰ چھپا
وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی
ہے۔ مگر میں نے تحقیق سنا ہے
اور اس کے اثبات پر بہت دلیلیں
ہیں کہ وہ محض بے اصل ہے۔ میں
نے سنا ہے کہ جب فوج نمک حرام
میرٹھ سے دلی گئی تو کسی نے جہاد کے
باب میں فتویٰ چاہا۔ سب نے فتویٰ
دیا کہ جہاد نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اس پہلے

فتوے کی نقل میں نے دیکھی ہے مگر جب کہ
وہ اصل فتویٰ معدوم ہے تو میں اس نقل کو
نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک لائق اعتماد کے
ہے مگر جب بریلی کی فوج دلّی میں پہنچی اور
دوبارہ فتویٰ ہوا جو مشہور ہے اور جس میں
جہاد کرنا واجب لکھا ہے بلاشبہ
اصلی نہیں۔ چھاپنے والے اس فتوے
نے جو ایک مفسد اور نہایت قدیمی بدذات
آدمی تھا جاہلوں کے بہکانے اور ورغلانے
کو لوگوں کے نام لکھ کر اور چھاپ کر اس کو
رونق دی تھی۔ بلکہ ایک آدھ مُہر ایسے
شخص کی چھاپ دی جو قبل غدر مر چکا
تھا مگر مشہور ہے کہ چند آدمیوں نے فوج
باغی بریلی اور اس کے مفسد ہمراہیوں کے
جبر اور ظلم سے مُہریں بھی کی تھیں۔ دلّی میں
ایک بڑا گروہ مولویوں اور انکے تابعین
کا ایسا تھا کہ وہ مذہب کی رُو سے
معزول بادشاہ دلّی کو بہت بُرا اور
بدعتی سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دلّی کی
جن مسجدوں میں بادشاہ کا قبضہ و دخل اور
اہتمام ہے ان مسجدوں میں نماز درست نہیں
چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد میں بھی نماز نہیں
پڑھتے تھے اور غدر سے بہت قبل کے چھپے
ہوئے فتوے اس معاملے میں موجود ہیں پھر
کبھی عقل قبول کر سکتی ہے کہ ان لوگوں نے
جہاد کے درست ہونے اور بادشاہ کو سردار
بنانے میں فتوے دیا ہو۔

جن لوگوں کی مُہر اس فتوے پر چھاپی
گئی ہے ان میں سے بعضوں نے عیسائیوں
کو پناہ دی اور ان کی جان اور عزت کی
حفاظت کی۔ اُن میں سے کوئی شخص لڑائی
پر نہیں چڑھا۔ مقابلے پر نہیں آیا۔ اگر واقع
میں وہ ایسا ہی سمجھتے جیسا کہ مشہور رہے تو یہ
باتیں کیوں کرتے۔ غرض کہ میری رائے میں
کبھی مسلمانوں کے خیال میں بھی نہیں
آیا کہ باہم متفق ہو کر غیر مذہب
کے حاکموں پر جہاد کریں۔ اور
جاہلوں اور مفسدوں کا غلغلہ ڈال دینا
کہ جہاد ہے جہاد ہے ایک نعرۂ حیدری
پکارتے پھرنا قابل اعتبار کے نہیں۔"
(اسباب بغاوت ہند صفحہ ۱۰۴ تا صفحہ ۱۰۹
ناشر اردو اکیڈمی سندھ مشن روڈ کراچی)

(۵) خلیفۃ المسلمین کا موقف۔

بیرونی حکومتوں میں سے سب سے بڑی
اسلامی سلطنت اُن دنوں ترکی تھی جس کے بادشاہ
خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید ثانی نے
(جو مسلمانان عالم کے مذہبی لیڈر ہونے کی وجہ
سے خلیفۃ المسلمین مانے جاتے تھے) اس موقعہ
پر مسلمانان ہند کو سلطنت برطانیہ کا ساتھ
دینے اور اس کی وفادار رعیت بن کر رہنے

کے لئے کہا۔ چنانچہ جناب مرتضیٰ احمد خان "تاریخ اقوامِ عالم" میں لکھتے ہیں :-

"خلیفہ نے اس مضمون کا فتویٰ لکھ کر انگریزوں کو دے دیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں سے نہیں لڑنا چاہیئے کیونکہ وہ خلافتِ اسلامیہ کے حلیف و ہمدرد ثابت ہو چکے ہیں" (تاریخ اقوامِ عالم صفحہ ۶۳۹ از مرتضیٰ احمد خان ناشر مجلس ترقیٔ ادب ۲ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور)

اس کے علاوہ خلیفۃ المسلمین ترکی نے انگریزی افواج کو ترکی مقبوضات سے گزرنے میں بھی مدد دی۔ چنانچہ شیخ عبد القادر صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لاء سیکرٹری خلافت کمیٹی سیالکوٹ اپنے رسالہ "ترکوں کے ارمنوں پر فرضی مظالم" میں تسلیم کرتے ہیں کہ :-

"۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں غدر مچا۔ اس غدر کو فرو کرنے کیلئے انگریزوں کی افواج کو مصر سے گزر کر ہندوستان پہنچنے کی اجازت حضور خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم نے ہی دی تھی۔ جنوبی افریقہ میں جنگ بوئر ہوئی ..... ترکی نے انگلستان کا ساتھ دیا۔ جزاہا ترکوں نے انگریزی جھنڈے کے نیچے لڑنے مرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ مساجد میں انگریزوں کی فتح و نصرت کے لئے دعائیں منائی گئیں۔"

(ترکوں کے ارمنوں پر فرضی مظالم صفحہ ۲۳ ناشر مجلس خلافت پنجاب ۱۹۲۵ء)

(۶) مفتیانِ مکّہ کا متّفقہ فتویٰ

مکّہ کے مفتیوں نے بھی انگریزی حکومت کی اطاعت کرنے کے فتوے جاری کئے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"جمال دین ابن عبد اللہ شیخ عمر حنفی مفتی مکّہ، احمد بن ذینی شافعی مفتی مکہ معظمہ اور حسین بن ابراہیم مفتی مکہ معظمہ سے بھی فتوے حاصل کئے گئے۔ جن میں ہندوستان کے دار الاسلام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا" (کتابچہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۱۳۱ از شورش کاشمیری)

ملکہ وکٹوریہ کے اعلانِ مذہبی آزادی کے بعد

ملکہ وکٹوریہ نے یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو بلا امتیاز مذہب و ملت اپنی پوری رعایا کو مذہبی آزادی دینے کا فرمان جاری کیا جو حسب ذیل ہے :-

"رعایا کو اپنے مذہبی معاملات میں پوری آزادی حاصل رہے گی۔ حکومت کی طرف سے ان میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہوگی۔ ہندوستان جب اس قابل ہو جائے گا کہ وہ اپنا انتظام

آپ کر سکے تو اسے حکومت خود اختیاری عطا کی جائے گی۔ قانونِ ملکی امیر و غریب پر یکساں حاوی ہوگا۔ سرکار کے نزدیک انگریز، عیسائی، ہندو، مسلمان، سکھ سب یکساں ہیں۔ ان باغیوں کو جنہوں نے قتل میں اقدام نہیں کیا غیر مشروط معافی دی جائے گی۔ ملک کی بہبود اور امن کا ہر وقت خیال رکھا جائے گا۔ ملازمتیں خواہ انگریز ہوں یا ہندوستانی اُن کی قابلیت کے موافق عطا کی جائیں گی۔"

(تاریخ ہند حصہ دوم مطبوعہ حجازی پریس لاہور ص۱۹۲)

مسلمانانِ ہند کا عدیم النظیر خیر مقدم

یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو اس اعلان کا ستم رسیدہ مسلمانوں کی طرف سے پُر جوش خیر مقدم کیا گیا بلکہ سر سید احمد خان نے اپنی کتاب "اسباب بغاوتِ ہند" میں لکھا:۔

"بے شک ہماری ملکہ معظمہ کے سر پر خدا کا ہاتھ ہے بے شک یہ پُر رحم اشتہار الہام سے جاری ہوا ہے۔"

ملکہ وکٹوریہ کا یہ اعلان اگرچہ مسلمانانِ ہند کے لئے بہت تسلی کا موجب تھا اور وہ اسے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے قائم شدہ حکومت کی مخالفت کا خیال بھی نہ کر سکتے تھے خصوصاً اس لئے بھی کہ خلیفۃ المسلمین ترکی، مفتیانِ مکہ اور خود ہندوستان کے مقتدر علماء ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد حکومت انگریزی کی سیاسی اطاعت کا فتویٰ دے چکے تھے اور انہوں نے اپنے پرسنل لاء کی آزادی کے ساتھ اس میں رہنا قبول کر لیا تھا۔ مگر چونکہ پہلے پادری فنڈل نے ۱۸۶۹ء میں "میزان الحق" میں اور پھر ڈاکٹر ہنٹر نے ۱۸۷۱ء میں اپنی کتاب ہندوستانی مسلمان INDIAN MUSSALMANS میں پر شرمناک پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا تھا کہ ہندوستانی مسلمان سرکار انگریزی کے دلی خیر خواہ نہیں اور انگریزوں کے خلاف تلوار اُٹھانا فرض سمجھتے ہیں۔ اسلئے مسلمانوں کی طرف سے قائم ہونے والی ہر انجمن کے اغراض و مقاصد میں حکومتِ وقت کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی شرط کے طور پر شامل کی جانے لگی۔

مثلاً ۱۸۶۹ء میں "انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور" کے نام سے شمالی ہند کے صوبہ پنجاب میں جب پہلی فعال تنظیم معرضِ وجود میں آئی تو اس کے بانیوں نے واضح طور پر لکھا کہ:۔

"اس انجمن کا مقصد بالعموم مسلمانانِ ہند اور بالخصوص مسلمانانِ پنجاب کے مذہبی، اخلاقی اور سوشل معاملات کے متعلق سُود و بہبود کی تجاویز کو سوچنا اور عمل میں لانا اور اپنی گورنمنٹ عالیہ کی نسبت خیالات وفاداری کو استحکام دینا اور مسلمانوں

کے حقوق کی نسبت گورنمنٹ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس کرنا ہے۔"

(سہ ماہی رسالہ انجمن اسلامیہ لاہور مارچ ۱۸۵۹ء صٹ سرورق)

۱۸۸۳ء میں سرسید احمد خان نے مسلمانانِ ہند کے سیاسی حقوق کی ترجمانی کے لئے ملکی سطح پر سب سے پہلی مشہور انجمن اینگلو محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن کے نام سے قائم کی۔ اس انجمن کا اجلاس اوّل ۲؍ اپریل ۱۸۸۳ء کو علیگڑھ میں منعقد ہوا جس میں مسلمانوں کو تحریک کی گئی کہ وہ :-

"ہمیشہ گورنمنٹ کے کام میں خیر خواہی اور وفاداری کے ساتھ مدد دیتے رہیں اور اپنے حقوق کی حفاظت کرتے رہیں۔"

(اخبارِ عام لاہور ۴؍ اپریل ۱۸۸۳ء صٹ ۶-۸)

پیسہ اخبار لاہور ۴؍ دسمبر ۱۹۰۷ء صٹ ۲)

سرسید احمد خان کے سیاسی اور تعلیمی خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ مطابق مارچ ۱۸۸۴ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا قیام عمل میں آیا جس کے اصولی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ قرار پایا کہ :-

"اہلِ اسلام کو گورنمنٹ کی وفاداری اور نمک حلالی کے فوائد سے آگاہ کرنا۔"

(ماہوار رسالہ انجمن حمایت اسلام)

— انگریزی دَورِ حکومت میں مسلمانوں کی بہت سی درسگاہیں قائم ہوئیں جن میں علیگڑھ کالج اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ ان دونوں درسگاہوں کا سنگِ بنیاد ملک کے چوٹی کے انگریزی حکّام کے ہاتھوں اور ان کی سرپرستی میں رکھا گیا۔ چنانچہ جیسا کہ مولانا الطاف حسین حالیؔ نے "حیاتِ جاوید" (جلد ۲ صٹ ۱۵۶) میں تفصیل سے لکھا ہے، علیگڑھ کالج کی بنیاد لارڈ لٹن وائسرائے ہند و گورنر جنرل نے ۸؍ جنوری ۱۸۷۷ء کو رکھی اسی طرح دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بنیاد ۲۸؍ نومبر ۱۹۰۸ء کو ہز آنر لفٹیننٹ گورنر بہادر ممالکِ متحدہ نے اپنے ہاتھ سے رکھی۔ اس موقع پر میر الحق حسین صاحب نے یہ شعر کہا ؎

رکھی بنائے ندوہ ہز آنر نے آکر خود
سچ پوچھئے اگر تو فرنگی محل یہ ہے"

(حیاتِ شبلی صٹ ۴۸۰ مؤلفہ مولانا سید سلیمان ندوی مطبوعہ فروری ۱۹۴۳ء)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے علماءِ ہند کے دستخطوں سے متفقہ فتویٰ کی اشاعت

اب بدلے ہوئے حالات میں اگرچہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت ملک کی قائم شدہ

حکومت سے پُرجوش تعاون کر رہی تھی اور قانون شکنی اور فساد اور بغاوت کو دلی طور پر ناپسند کرتی تھی مگر چونکہ ابھی تک عامۃ المسلمین کے ایک طبقہ میں یہ خیال قائم تھا کہ انگریزی حکومت سے جہاد بمعنی جنگ و قتال واجب ہے اسلئے ہندوستان کے علماء نے اس غلطی کے ازالہ کے لئے انفرادی طور پر کوششیں جاری رکھیں۔ تاہم اس سلسلہ میں ملک گیر اور منظم جدوجہد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈووکیٹ اہل حدیث کے حصہ میں آئی۔ جنہوں نے ۱۸۷۶ء میں "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کے نام سے ایک مبسوط رسالہ لکھا اور بہت سا روپیہ اور وقت خرچ کر کے ہندوستان کا ایک طویل سفر کیا اور اکابر علماء ہندوستان سے اس رسالہ کے مندرجات کی تصدیق کرائی ازاں بعد اسے عوام میں بھی مشتہر کرنے کے لئے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ (ستمبر ۱۸۷۹ء) میں اعلان کیا کہ ہم نے اپنے رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" میں حدیث نبوی کے مطابق یہ ثابت کیا ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی مخالفت و بغاوت حرام اور اس کے مخالفوں کو مدد دینا ناجائز ہے۔ اس پر نہ صرف یہ کہ اس کے مخالف کوئی آواز نہیں اٹھی بلکہ مسلمانوں نے اسے بہت پسند کیا بلکہ رائے دی کہ اس رسالہ کو جلد سے جلد شائع کرنا چاہیئے۔ (اشاعۃ السنہ ضمیمہ نومبر ۱۸۷۹ء)

اور اس طرح ہندوستان کے مختلف فرقہ ہائے اہل اسلام کے علماء و عوام کی پسندیدگی کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" ملک میں شائع کر دیا۔ یہ رسالہ جو ۹۴ صفحات پر مشتمل تھا۔ پنجاب کے نامور و ہردلعزیز لفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کے نام سے معنون کیا گیا اور وکٹوریہ پریس میں چھپا یا حکومت انگریزی نے اس رسالہ کی اشاعت پر مؤلف کو چار مربع زمین بھی عطا کی۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ ص ۵)

مولوی صاحب نے قرآن شریف و حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں مسئلہ جہاد کی خوب وضاحت کی اور لکھا:-

"عہد و امن والوں سے لڑنا ہرگز شرعی جہاد (ملکی ہو خواہ مذہبی) نہیں ہو سکتا بلکہ عناد و فساد کہلاتا ہے۔ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔ اکثر ان میں جو اہل کالانعام تھے۔ بعض جو خواص علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ۔ باخبر و سمجھدار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے

انہوں نے خوشی سے دستخط کئے ۔۔۔۔ یہی وجہ تھی مولوی اسمٰعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باعتبار اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہے تھے) نہیں لڑتے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے گئے۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں بہت اندازی کرتے تھے کسی کو اونچی اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے۔" (الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ ۱۵ مطبوعہ وکٹوریہ پریس)

برطانوی ہند کی مسلمان ریاستوں کا طرزِ عمل

یہ تو انگریزی حکومت کی حدود میں بسنے والے مسلمان علماء اور عوام کا طرزِ عمل تھا۔ جہاں تک برطانوی ہند کی مسلمان ریاستوں کا تعلق ہے وہ سب کی سب انگریزی حکومت کے تابع فرمان اور ماتحت تھیں اور والیانِ ریاست انگریزوں سے خطاب یافتہ ہوتے تھے جس کی تفصیل "صحیفۂ زرّیں" (مطبوعہ نولکشور پریس ۱۹۰۶ء) میں موجود ہے۔ اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ ریاست قلات نے ۱۸۵۴ء سے باقاعدہ انگریزی حکومت کے ساتھ عہد و پیمان کر رکھے تھے۔ چنانچہ اس کے فرمانروا نے جنگ افغانستان ۱۸۷۸-۷۹ء میں انگریزوں کا ساتھ دیا۔ ریاست مالیر کوٹلہ کے شروع انیسویں صدی ہی سے انگریزی حکومت سے گہرے روابط و مراسم تھے۔ نواب رامپور نواب محمد سعید خان غدر ۱۸۵۷ء کے آغاز سے اختتام تک انگریزی حکومت کے خیرخواہ رہے اور اُن کو انکی خدمات کے صلہ میں ایک خلعتِ فاخرہ مع خطاب کے سی۔ ایس۔ آئی اور ایک سَو چھیالیس مواضع عطا ہوئے۔ ریاست ٹونک کے فرمانروا نواب عبیداللہ خان صاحب کو جی۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا گیا۔ اس ریاست نے بھی غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں کی ایک مشہور علم نواز ریاست **بھوپال** تھی۔ اس ریاست کی فرمانروا نواب شاہجہان بیگم اور والیہ نواب سکندر بیگم ہمیشہ حکومتِ برطانیہ کی فرمانبردار رہیں۔

جنوبی ہند کی مشہور مسلمان ریاستوں میں ریاست حیدرآباد دکن کو سلطنتِ برطانیہ سے ہمیشہ خیرخواہی اور وفاداری کا جو گہرا تعلق رہا ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ ریاست ہندوستان کی تمام محروسہ ریاستوں سے بڑی تھی۔ دولتِ آصفیہ کی ہندوستان کی انگریزی حکومت کے لئے خدمات اتنی نمایاں اور واضح ہیں کہ بعض انگریزی حکام نے تسلیم کیا کہ:-

"اگر نظام حیدرآباد ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو ہندوستان میں انگریزی حکومت نہ رہ سکتی۔" (حیاتِ عثمانی صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز حیدرآباد دکن)

ریاست جوناگڑھ نے ۱۸۱۶ء سے سلطنت انگریزی سے معاہدہ کر رکھا تھا جس کی آخر وقت تک پابندی کی گئی۔ ریاست کے بہاؤالدین آرٹس کالج اور ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے کیا۔ ریاست کھمبایت کے حکمران بھی حکومت انگریزی کے باجگزار تھے۔ ریاست رادھن پور ۱۸۲۰ء سے برٹش گورنمنٹ کی حمایت کر رہی تھی اور سرکار برطانیہ کو خراج دیتی تھی۔ ریاست پالن پورہ جہاں کے والیانِ ریاست اور اکثر باشندے سید محمد جونپوری کے مرید تھے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں دوسری مسلمان ریاستوں کے دوش بدوش بغاوت کو ختم کرنے میں سرگرم رہی۔ پھر جنگ افغانستان ۱۸۷۹-۸۰ء میں بھی انگریزوں کو گرانقدر امداد دی۔ ریاست سچین کے نواب بھی انگریزوں کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ ریاست جنجیرہ بھی انگریزوں کے ماتحت تھی اور انگریزی حکومت کے ساتھ ان کے نہایت دوستانہ تعلقات تھے۔ ریاست بالاسنور بھی انگریزی حکومت کی حمایت میں داخل تھی۔ ریاست لسبیلہ بھی انگریزوں کی مطیع و فرمانبردار تھی۔ دیر و سوات نے انگریزوں کو چترال کی فوج کشی کے زمانہ میں بہت مدد دی۔ حتّٰی کہ سرکاری افواج کے لئے اپنے مصارف سے سامانِ رسد فراہم کیا اور اس کی کوئی قیمت نہ لی۔ ریاست خاران کے والی سر نوروز خان تو شہزادانی سرکار انگریزی کے وظیفہ خوار تھے اور ان کو چھ ہزار روپیہ سالانہ ملتا تھا۔ امیر الدین احمد خان فخر الدولہ نواب لوہارو کو حسنِ انتظام اور اعلیٰ قابلیت کی قدردانی میں حکومت انگریزی نے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو کے سی آئی ای کا خطاب دیا۔ ریاست ممدوٹ نے انگریزوں کے مقابلے میں سکھ فوج سے لڑائی کی۔

ملکہ وکٹوریہ کی پنجاہ سالہ جوبلی کی تقریب اور مسلمان

۱۸۸۷ء میں (یعنی جماعت احمدیہ کے قیام سے بھی دو برس قبل) جب ملکہ وکٹوریہ کی پنجاہ سالہ جوبلی کی تقریب آئی تو ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے اس میں پرجوش جوش و خروش سے حصہ لیا۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوشیاں منائیں۔ فقراء اور مساکین کو کھانا کھلایا اور ملکہ وکٹوریہ کی درازیٔ عمر و سلطنت کے لئے دعائیں کیں۔ ہندوستان کے دوسرے شہروں کی طرح لاہور کی شاہی مسجد میں مختلف فرقہ ہائے اسلام کا زبردست اجتماع ہوا۔ جس میں شیعہ، سنّی اور اہلحدیث ہر خیال کے مسلمان جمع ہوئے۔ رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا ہے کہ اس موقع پر انجمن اسلامیہ لاہور کے ممبروں نے بڑی پُرجوش اور مؤثر تقریروں سے حکومت پنجاہ سالہ قیصرہ ہند کی برکتوں اور آسائشوں کو بیان فرمایا اور حاضرین کے دلوں میں دعا صحت و سلامتی قیصرۂ ہند

کے لئے تازہ جوش پیدا کیا۔"
(اشاعۃ السنۃ جلد ۹ ص ۱)

جماعت اہلحدیث کا ایڈریس بحضور ملکہ وکٹوریہ قیصرۂ ہند۔

جماعت اہلحدیث نے جشن جوبلی کے موقع پر جو ایڈریس پیش کیا اس کا مکمل متن یہ تھا:۔

"بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن و قیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا۔

ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

۲۔ برٹش رعایائے ہند میں سے کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں اس مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارکباد نہ اٹھتی ہوگی مگر خاص کر فرقہ اہل اسلام کو سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائی وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کا ایک فرض مذہبی قرار دیتا ہے۔ اس اظہار مسرت اور ادائے مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے علی الخصوص گروہ اہلحدیث منجملہ اہل اسلام اس اظہار مسرت و عقیدت اور دعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور رحمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاج برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے۔ از انجملہ ایک بے بہا نعمت مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیب اُٹھا رہا ہے

۳۔ وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ اُن کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور انکے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں ہم بڑے جوش سے دعا مانگتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا کا نگہبان رہے تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۹ ص ۲۰۵-۲۰۶ حاشیہ)

یہ ہے ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک کے مسلمانان ہند اور اُن کے سربرآوردہ زعماء علماء اور والیان ریاست کے انگریزی حکومت سے گہرے روابط و مراسم کا

تفصیلی نقشہ جس کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی شخص اس فرضی اور خود ساختہ فسانہ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان میں قائم شدہ انگریزی حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری کا جو معرکہ مدتوں قبل ہندوستان کے مسلمان علماء اور عوام نیز ترکی کے خلیفۃ المسلمین اور مکہ کے مفتی نہایت کامیابی سے سر کر چکے تھے اور برطانوی ہند کی مسلمان ریاستوں کا اسلحہ اور سپاہی دونوں جس خدمت کے لئے وقف تھے اس کی انجام دہی کے لئے انگریز کے لئے یہ ضرورت باقی تھی کہ وہ کسی گمنام بستی میں سے ایک غیر معروف اور شہرتوں سے متنفر اور ملکی درسگاہوں سے بیگانہ محض انسان کھڑا کرے تا اس کا اقتدار قائم رہ سکے؟ کیا دنیا کا کوئی معمولی عقل و خرد رکھنے والا انسان من گھڑت سیاسی کہانی کو ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے؟؟؟

قیامِ جماعت احمدیہ (۱۸۸۹ء) کے بعد انگریزی حکومت سے متعلق مسلمانانِ ہند کے زعماء کا واضح مسلک

(۱) علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال :-

مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہوا۔ اتفاق سے اس دن عید الفطر تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے ایک مرثیہ لکھا جو لاہور کے ایک ماتمی جلسہ میں پڑھا گیا۔ یہ مرثیہ مطبع خادم التعلیم میں چھاپ کر شائع کیا گیا تھا۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

آئی اِدھر نشاط اُدھر غم بھی آگیا
کل عید تھی تو آج محرم بھی آگیا

صورت وہی ہے نام میں رکھا ہوا ہے کیا
دیتے ہیں نام ماہِ محرم کا ہم تجھے!

اقلیمِ دل کی آہ شہنشاہ چل بسی
ماتم کدہ بنا ہے دلِ داغدار آج

تو جس کی تخت گاہ تھی اے تخت گاہِ دل
رخصت ہوئی جہاں سے وہ تاجدار آج

اے ہند تیرے سر سے اُٹھا سایۂ خدا
اک غمگسار تیرے مکینوں کی تھی گئی!

اے شمعِ بزمِ ماتمِ سلطانۂ جہاں
کیا تھی جھلک تیری کہ ثریا تلک گئی!

وہ ضربِ غم لگی ہے کہ ٹوٹا ہے بند بند
کیا مرغِ رُوح توڑ کے اپنا قفس گیا

ملتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے
زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اسی کا ہے

جس کا دلوں پہ راج ہو مرتا نہیں کبھی
صدیاں ہزار گردشِ دوراں گزار دے

وکٹوریہ نہ مُرد کہ نامِ نکو گزاشت
ہے زندگی یہی جسے پروردگار دے

پژمردہ کر گئی ہے جو بادِ خزاں تجھے
صد نوبہارِ ناز تجھے روزگار دے

مرحوم کے نصیب ثوابِ جزیل ہو
ہاتھوں میں اپنے دامنِ صبرِ جمیل ہو

(باقیاتِ اقبال صفحہ ۹۱-۹۲ طبع دوم
سنہ ۱۹۶۶ء آئینۂ ادب۔ انارکلی، لاہور)

انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ پر
مؤرخہ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۰۲ء کو دوسرے اجلاس
میں ہز آنرسر میکورتھ ینگ لفٹیننٹ گورنر صوبہ
پنجاب تشریف لائے۔ اُن کی معیت میں ڈائرکٹر
سررشتۂ تعلیم پنجاب ڈبلیو۔ بل بھی تھے تو علامہ
اقبال نے اس موقع پر "خیر مقدم" نظم پڑھی جس
کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

خوشا نصیب وہ گوہر ہے آج زینتِ بزم
کہ جسکی شان سے ہے آبروئے تاج و سریر

وہ کون زینتِ دہ تختِ صوبۂ پنجاب
کہ جس کے ہاتھ نے کی قصرِ عدل کی تعمیر

عجیب معاملہ ہے کچھ ولایتِ دل کا
کہ اک نگاہ سے ہوتا ہے یہ ملک تسخیر

مزے سے سوتا ہے بے خوف دیدۂ عالم
کہ تیرے عہد کا ہے خواب بھی نکو تعبیر

جو بزم اپنی ہے طاعت کے رنگ میں رنگین
تو درسگاہِ رموزِ وفا کی ہے تفسیر

اسی اصول کو ہم کیمیا سمجھتے ہیں
نہیں ہے غیر اطاعت جہاں میں اکسیر

مگر حضور نے ہم پر کیا ہے وہ احسان
کہ جس کے ذوق سے شیریں ہوا لبِ تقریر

وہ لوگ ہم ہیں کہ نیکی کو یاد رکھتے ہیں!
اسی سبب سے زمانہ میں اپنی ہے توقیر

دعا نکلتی ہے دل سے حضور شاد رہیں
رہیں جہاں میں عظمت طراز تاج و سریر

خدا انہیں بھی زمانے میں شاد کام رکھے
یہ وہ ہیں دہر میں جن کا نہیں عدیل و نظیر
خوشا نصیب کہ یہ ہمرہِ حضور آئے
ہماری بزم کی یکبار بڑھ گئی توقیر

بڑھے جہان میں اقبال ان مشیروں کا
کہ ان کی ذات سراپا ہے عدل کی تصویر
(باقیاتِ اقبال طبع دوم ۱۹۶۶ء
نقوش پریس - لاہور)

ہمارا تاجدار

عنوانِ بالا سے بیادگار شاہی دربار تاجپوشی ہز امپیریل میجسٹی جارج پنجم بمقام دہلی ۱۹۱۱ء میں علامہ اقبال نے کہا ؎

ہمارے اوجِ سعادت ہوا آشکارا اپنا
کہ تاج پوش ہوا آج تاجدار اپنا

اسی کے دم سے ہے عزت ہماری قوموں میں
اسی کے نام سے قائم ہے اعتبار اپنا

اسی سے عہدِ وفا ہندیوں نے باندھا ہے
اسی کے خاکِ قدم پر ہے دل نثار اپنا

(زمانہ کانپور۔ دربار شاہی نمبر دسمبر ۱۹۱۱ء۔ مخزن جنوری ۱۹۱۲ء بحوالہ باقیاتِ اقبال ص ۲۰۰ طبع دوم ۱۹۶۶ء - انارکلی لاہور)

اے تاجدارِ خطۂ جنّت نشانِ ہند

پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے دوران سر مائیکل اوڈوائر گورنر پنجاب کی فرمائش پر علامہ اقبال نے ایک نظم لکھی اور ۱۹۱۸ء کے ایک مشاعرے میں پڑھی گئی جو جنگی تنظیمات کے سلسلے میں ہوا تھا۔ اس میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اے تاجدارِ خطۂ جنّت نشانِ ہند
روشن تجلیوں سے تری خاورانِ ہند

محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند
تیغِ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند

ہنگامۂ وغا میں مرا سر قبول ہو
اہلِ وفا کی نذرِ محقّر قبول ہو

تلوار تیری دہر میں نقّادِ خیر و شر
بہروزِ جنگ توز، جگر سوز، سینہ در

رویت تری سپاہ کا سرمایۂ ظفر
آزادہ پرکشادہ، پری زادہ یم سپر

سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے
ذرّے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے

آزادیٔ زبان و قلم ہے اگر یہاں
سامانِ صلحِ دیر و حرم ہے اگر یہاں

تہذیبِ کاروبارِ امم ہے اگر یہاں
خنجر میں تاب تیغ میں دم ہے اگر یہاں

جو کچھ بھی ہے عطائے شہِ محترم سے ہے
آبادیٔ دیار ترے دم قدم سے ہے

اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض
خدمت بھی بے غرض ہے اطاعت بھی بے غرض

عہد و وفا و مہر و محبت بھی بے غرض
تختِ شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض

لیکن خیالِ فطرتِ انساں ضرور ہے
ہندوستان پہ لطفِ نمایاں ضرور ہے

جب تک چمن کی جلوۂ گل پر اساس ہے
جب تک کلی کو قطرۂ شبنم کی پیاس ہے

قائم رہے حکومت آئیں اسی طرح
دبتا رہے چکور سے شاہیں اسی طرح

(باقیاتِ اقبال صفحہ ۲۱۶-۲۱۹ مطبوعہ نقوش پریس لاہور ۱۹۶۶ء)

(۲) مولوی ظفر علی خان :-

شمالی ہند کی مسلم صحافت کے میدان میں مولوی ظفر علی خان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے اپنے اخبار زمیندار میں انگریزی سلطنت کی مدح سرائی میں بہت کچھ لکھا ہے۔ چند ایک اقتباس درج ذیل ہیں :-

(الف) "مسلمانوں میں جہاں ہمدردیٔ بنی نوع انسان، غیرتِ دینی، اخوتِ اسلامی، اتحادِ ملی، مودتِ قومی کی مقدس ترین خصوصیات زندہ ہو جائیں وہاں اپنے بادشاہ کی اطاعت، حکومت وقت کی جاں نثاری، سلطنت ابد مدت برطانیہ کے ساتھ محبت کے وہ زریں اوصاف بھی بدرجہ اتم موجود ہو جائیں جن کے بغیر ہندوستان کا مسلمان اطاعت اولی الامر کے الہامی ارشاد کے معیار میں پورا اُترنے کے باعث کامل مسلمان نہیں کہلا سکتا۔"

(اخبار زمیندار لاہور ۹ر نومبر ۱۹۱۱ء)

(ب) "اگر خدانخواستہ گورنمنٹ انگلشیہ کی کسی مسلمان طاقت سے اَن بن ہو جائے تو مسلمانانِ ہند اوّل تو آخر تک گورنمنٹ سے یہی التجا کریں گے کہ وہ اس جنگ سے محترز رہے۔ اگر اُن کی استدعا شرفِ پذیرائی حاصل نہ کرے اور گورنمنٹ کو لڑائی کے بغیر اپنی مصلحتوں کی بنا پر چارہ نہ رہے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو اسی طرح سرکار کی طرف سے جلتی آگ میں کود کر اپنی عقیدت مندی ثابت کرنی چاہیے

جس طرح سرحدی علاقہ اور صومالی لینڈ کی لڑائیوں میں مسلمان فوجی سپاہیوں نے اپنے مذہبی اور قومی بھائیوں کے خلاف جنگ کر کے اس بات کا بارہا ثبوت دیا ہے کہ اطاعت اولی الامر کے اصول کے وہ کس درجہ پابند ہیں۔"
(زمیندار ۱۲ نومبر ۱۹۱۱ء)

(ج) "ہندوستان دار السلام اور دار الاسلام ہے جہاں دھڑلے سے مسجدوں میں اذانیں دی جاتی ہیں، جہاں پادریوں کے پہلو بہ پہلو اسلامی مناد اور واعظ تبلیغ دین مبین کا فرض انجام دے رہے ہیں جہاں پریس ایکٹ کے موجود ہونے پر لوگوں کو تحریر و تقریر کی وہ آزادی حاصل ہے جس نے ایک عالم کو متحیر بنا رکھا ہے جہاں تمام وہ اقتصادی و تمدنی و سیاسی برکتیں جو کسی آزاد قوم کو حاصل ہونی چاہئیں اعتدال آمیز حریت کے ساتھ انہیں حاصل ہیں مسلمان ایسی جگہ ایک لمحہ کے لئے بھی ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے۔ اس مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں۔"
(زمیندار ۱۲ نومبر ۱۹۱۱ء)

(د) "ہمیں ہمارا پاک مذہب بادشاہ وقت کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ ہم کو سرکار انگلشیہ کے سایۂ عاطفت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی برکتیں حاصل ہیں۔ ہم پر از روئے مذہب گورنمنٹ کی اطاعت فرض ہے ہم انگریزوں کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کیلئے تیار ہیں۔ زبانی نہیں بلکہ جب وقت آئے گا تو اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیں گے۔" (زمیندار یکم نومبر ۱۹۱۱ء
بحوالہ "ظفر علی کی گرفتاری" از غلام کالجی)

مولوی ظفر علی خان کے اشعار

گاڈ سیو دی کنگ

قریب جشن شہ جارج کا ہے دہلی میں
شکوہ بکرمی و اکبری دربار بھی دیکھ
سنا ہے تو نے سلیمان کے تخت کا قصہ
تو ہند میں شہ انگلینڈ کا گذار بھی دیکھ
حدیث عاشق و معشوق تو سنی برسوں
تعلقات رعایا و شہریار بھی دیکھ
کہا جو لاکھوں نے مل کو گاڈ سیو دی کنگ
فلک کہیں گے فلک پر گاڈ سیو دی کنگ

(اخبار زمیندار ۲۹ نومبر ۱۹۱۱ء)

مودودی صاحب کے نام مکتوب

اور

اُن کے جواب پر تبصرہ!

(از جناب عبد الرؤف صاحب لودھی گجرات)

۲۸ر دسمبر ۱۹۷۰ء کے ہفت روزہ چٹان
میں شورش کاشمیری کا ایک یاس بھرا خط شائع ہوا
تھا جو مولانا مودودی صاحب کے نام لکھا گیا تھا۔
اور انہوں نے شورش کے جواب میں جو خط لکھا تھا
اس کی نقل بھی اسی چٹان کے سرورق پر شائع
ہو گئی تھی۔ چونکہ مودودی صاحب نے اپنے اس
خط میں ایک ایسا شگوفہ چھوڑا تھا جو کسی بھی زیرک
مسلمان کے دماغ پر گراں گزر سکتا ہے۔ اس لئے
خاکسار نے مودودی صاحب کی خدمت میں جو کچھ
لکھا اور پھر اس کے جواب میں ان کے معاون شعبہ
رسائل و مسائل نے جو اپنا قلم چلایا — دونوں کی
نقول قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں — تا کہ
مودودی صاحب اور ان کے معاونین کے علم و فضل
کا اندازہ دانش و بینش والوں پر واضح ہو جائے کہ جماعت
اسلامی کے امیر اور ان کے معاون بھی — محض
اپنا بھرم رکھنے کی خاطر کس کس طرح کے افسانے
تراشتے ہیں — لہذا پہلے تو میں وہ خط درج
کرتا ہوں جو میں نے مودودی صاحب کے نام لکھا
تھا۔ اس کا متن یہ تھا :۔

"۲۸ر دسمبر ۱۹۷۰ء کا ہفت روزہ چٹان
میرے سامنے ہے اس کے سرورق پر مدیر چٹان
نے آپ کا وہ خط شائع کیا ہے جو آپ نے
ان کے اس خط کے جواب میں لکھا تھا جس میں
مدیر موصوف نے بڑی حسرت سے اپنی ایک
خلش کا اظہار کیا تھا اور آپ سے ایک
بڑے مزے کا سوال بھی ان الفاظ میں کیا
تھا کہ جس چیز کا نام حق ہے تاریخ میں کب
اور کہاں کامیاب ہوا؟" — یہ سوال ہی
شورش کاشمیری کی مفروضہ حق شناسی کا
بھرے چوراہے میں بھانڈا پھوڑ رہا ہے کیونکہ
انہیں چشم بد دور آج تک یہی معلوم نہیں ہو سکا
کہ حق کس چڑیا کا نام ہے۔ اِنّا للہ و اِنّا

الیہ راجعون! اور ویسے حق تو یہ ہے کہ اگر شورش کاشمیری نے ذرہ بھر بھی خلوص اور دیانت کے ساتھ حق کو پہچاننے کی کوشش کی ہوتی تو آج وہ اپنے ضمیر میں اس طرح پھانس نہ لئے پھرتے اور یقیناً کسی مردِ خدا کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے ہی اپنی زندگی سنوار لی ہوتی۔

چلئے یہ بھی خوب ہوا کہ شورش کاشمیری کا وہ زعم بھی ٹوٹا جس کے بل بوتے پر وہ شریعت رہگزر کی پگڑی اُچھالتے رہتے ہیں اور اگر کبھی کسی نے ٹوک بھی دیا تو اس کے پیچھے لٹھ لئے پھرنے لگے اور اک شور بپا کر رکھا تھا کہ چو ما دیگرے نیست۔

شورش کاشمیری تو خیر حق کو پہچاننے میں سرگرداں تھے سو تھے --- لیکن آپ نے تو کمال ہی کر دیا کہ انہیں جو جواب آپ نے مرحمت فرمایا ہے وہ بھی اپنا جواب آپ ہی ہے۔ خود ہی غور فرمائیے کہ آپ اپنے خط میں کیا کچھ لکھ گئے ہیں یا یوں کہئے کہ آپ نے کیا کچھ نہیں لکھ دیا --؟ آپ تحریر فرماتے ہیں -- کہ "احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انبیاء ایسے بھی گزرے ہیں جو اپنی ساری عمر دینِ حق کی دعوت دینے میں کھپا دی اور ایک نے بھی ان پر ایمان نہ لایا۔"[1]

قبل اس کے کہ کوئی آپ کے اس شکستہ خوردہ جواز پر شورش کاشمیری کی طرح اپنا سر دھننے بیٹھ جائے یا حال کھیلنے لگے یہ پوچھنے کا حق ضرور رکھتا ہے ---

اوّل تو یہ کہ ان احادیث کی نشاندہی آپ نے کی ہے وہ آپ نے کہاں سے لی ہیں؟ کوئی ثقہ حوالہ دیا ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

دوم یہ کہ کسی ایک بھی ایسے نبی کا نام تو لیجئے تاکہ قوم آپ کے علم و فضل سے مزید فیضیاب ہو۔

سوم یہ کہ اگر کسی نبی پر ایک آدمی بھی ایمان نہ لا سکے تو اُسے کس صورت میں کامیاب و کامران کہا جائے گا --- خیال رہے کہ صرف کامیاب و کامران ہونا ہی کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا انبیاء سے کھلا کھلا وعدہ ہے کہ وہ غالب و منصور ہوں گے --- یہ اور بات ہے کہ آپ نے اس ضمن میں ارشاداتِ ربانی کی طرف متوجہ ہونے کی طرف کوشش ہی نہ کی ہو کیونکہ آپ کو اپنے علم و فضل پر اتنا زعم ہے کہ آپ سمجھتے ہیں جو بات آپ کے لب سے یا قلم سے نکلی ہے وہ وزن ضرور رکھتی ہے لیکن معاف کیجئے حضرت! آپ کو یہ بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔ ملاحظہ کیجئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ○ انہم لہم المنصورون ○ وان جندنا لہم الغالبون ○" (سورۃ الصّٰفّٰت آیات ۱۷۲-۱۷۴)

اس کا سیدھا سادہ ترجمہ ہے کہ "ہمارا حکم ہمارے بندوں (یعنی) رسولوں کی نسبت پہلے

---

[1] الفرقان: جن نبیوں کے ذریعہ تمام حجت کے بعد قومیں تباہ کر دی گئیں ان پر اگر ایمان لانے والے کم تعداد میں ہوں تو یہ بات [illegible]

ہو چکا ہے اور وہ ضرور نصرت دیئے جائینگے اور ہمارا لشکر یقیناً غالب رہے گا۔"

اب ذرا خود ہی دیانت سے کام لیں اور سوچیں کہ اگر آپ کی نظر سے کوئی ایسی حدیث گزری ہے جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بعض انبیاء پر ایک آدمی بھی ایمان نہیں لایا تو اس ارشادِ ربانی کے سامنے ایسی روایت یا حدیث کو آپ کیا حیثیت دیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے مرسلوں کی کامیابی اور نصرت کو اتنے کھلے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور جب بقول آپ کے کوئی نبی ایک آدمی کو بھی راہِ راست پر نہ لا سکے تو آپ اسے محض اپنی بگڑی بات بنانے کی غرض سے کامیاب کہہ دیں گے؟ لیکن آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ایسا نبی اپنی قوم سے مغلوب گردانا جائے گا نہ کہ غالب و منصور۔ البتہ یہ بات ضرور ماننے والی ہوگی کہ اگر کوئی نبی اپنی زندگی میں ایک آدمی کو بھی راہِ راست پر لے آئے تو وہی ایک آدمی بھی اس کی لائی ہوئی شریعت یا احکامِ الٰہی کو پھیلانے کا باعث بن جائے گا۔ ورنہ صاف بات ہے کہ اگر کسی نبی نے اپنے پیچھے ایک آدمی بھی ایمان لانے والا نہ چھوڑا تو اس نبی کی نبوت عبث گئی اور (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی بات ہی رائیگاں گئی۔ اپنے فرمان سے پہلے کم از کم اتنا تو سوچا ہوتا۔!

لہٰذا حضرت! آپ نے تو غضب ہی کر دیا جو محض اپنی پچ رکھنے کی خاطر بڑے اطمینان سے فتویٰ صادر کر دیا کہ بعض انبیاء ایسے بھی مغلوب و زچ ہو گزرے ہیں کہ ایک آدمی کو بھی راہِ راست پر نہ لا سکے۔ استغفر اللہ ربّی۔

کیا میں امید رکھوں کہ آپ اس ہیچمدان کے لئے بھی اس مسئلہ پر اپنے عالمانہ علم و فضل کی کچھ روشنی ڈالیں گے۔ بہتر ہو کہ آپ روایات کا سہارا لینے کی بجائے ارشاداتِ ربانی کی طرف رجوع فرمائیں اور شورش کاشمیری کے ساتھ ساتھ خود بھی کوئی بات حق کی کریں۔ اور حق یہی ہے کہ اگر آپ اپنے جواز کے لئے کوئی قرآنی سند پیش کرنے سے قاصر ہوں تو اپنے اوپر رحم کیجئے اور جو حق بات میں نے حق تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ آپکو بتائی ہے آپ بلا کسی تعصب کے اسے قبول کر لیں اور یہی شان مردانِ باصفا کی ہوا کرتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔"

یہ تھا احقر کی جانب سے خط ــــ اگرچہ اس کے جواب میں مودودی صاحب کو خود ہی اپنی طرف سے کچھ ارشاد فرمانا چاہیئے تھا لیکن افسوس کہ انہوں نے یہ مرد شخص کے گفتار جیسے

سائل کو منہ لگانا مناسب نہ سمجھا یا ہو سکتا ہے وہ اپنی غلطیہائے مضامین پر پردہ ڈالنے کے لئے سردست چھپ گئے ہوں۔ میرا یہ شبہ یوں بھی درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ جماعت اسلامی کے اتنے بڑے امیر ہیں ان کے لئے ـــــ وسائل اتنے وسیع ہیں کہ وہ اپنا جواب لکھوا کر صرف اپنے دستخط ہی فرما دیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا لیکن نہیں! انہیں شاید اپنے پہلے نشانہ کے چوک جانے کا یقین ہو چکا تھا اسی لئے میرے خط کے جواب میں خود تو خاموشی اختیار کر لی لیکن اپنے دلائل کی بندوق اپنے معاون کے کندھے پر رکھ دی ـــــ اور اپنا پنڈا چھڑا کر معاون کو آگے کر دیا یعنی انکے معاون شعبہ رسائل و مسائل کی طرف سے جو جواب ملا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں (بحوالہ نمبر ۲۱ تاریخ ۱۹ فروری ۱۹۷۱ء)

"آپ کا خط ملا۔ فتح و شکست کا جو معیار آپ کے ذہن میں ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ یہ انداز فکر پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے پیش کیا تھا اور آج مسٹر غلام احمد پرویز اس کے پرچارک ہیں۔

آپ قرآن کریم میں غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بہت سے انبیاء کرام آپ کے مزعومہ معیار پر پورے نہیں اترتے۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ کی بربادی اور تباہی کا باعث کیا چیز تھی۔ انہوں نے انبیاء کی دعوت نہ مانی ان کی مخالفت کرتے ہی چلے گئے اور دنیوی اور مادی لحاظ سے ان کو ناکام بنا دیا جس کے نتیجہ میں انہیں نیست و نابود کر دیا گیا۔ مادی لحاظ سے اگر انبیاء اپنی اپنی قوموں میں کامیاب ہو گئے ہوتے تو ان قوموں کی تباہی کی نوبت نہ آتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ قول سورہ القمر میں بیان کیا گیا ہے " فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر" یعنی وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میں اپنی قوم سے مغلوب ہو گیا ہوں۔ اب تو ہی بدلہ لے۔

اسی طرح آپ دیکھیں گے کہ اہل مکہ نے جب مسلمانوں کو اور آخر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کر دیا اور آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو یہ مکہ والوں کی بظاہر کامیابی تھی مگر ۸ سال کے بعد انہوں نے اس ہنگامی اور پرفریب کامیابی کا انجام دیکھ لیا۔

ہمارے نزدیک " ان جندنا لهم الغالبون ـــــ وغیرہ آیات سے مراد ان کا اخلاقی اور قوت استدلال کا غلبہ ہے نیز اللہ کے ہاں سرخروئی ہے کہ انہوں نے پیغام الٰہی پر خود بھی عمل کیا اور بندگان خدا تک بھی پہنچایا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بہرحال آپ چاہیں تو اس پہلو سے غور

کرلیں ورنہ آپ کے خیال میں جو بات صحیح ہے اسے صحیح سمجھتے رہیں۔"

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ مودودی صاحب کے معاون نے میرے اصل استفسار کو کس طرح گول کر دیا ہے۔ ناچیز نے اپنے عریضہ میں سب سے پہلا مطالبہ یہ کیا تھا کہ جن احادیث کی نشاندہی مودودی صاحب نے کی تھی وہ انہوں نے کہاں سے لی تھیں؟ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ وہ کسی ایک بھی ایسے نبی کا نام لیں جو ایک آدمی کو بھی راہِ راست پر نہ لا سکا۔ اور تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ سورہ الصّٰفّٰت کی آیات ۷۱ تا ۱۴۷ کی موجودگی میں —— مودودی صاحب کے فتویٰ کے مطابق کیا یہ معقول بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی نبی نے اپنی زندگی میں ایک آدمی بھی اپنے اُوپر ایمان لانے والا نہ چھوڑا ——؟

مودودی صاحب کے معاون نے سب سے پہلے حق نمک یوں ادا کیا ہے کہ ناچیز کا پہلا استفسار سرے سے پی ہی گئے ہیں۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ البتہ انہوں نے میرے دوسرے استفسار کے جواب میں کچھ جرأت سے کام لے کر چار انبیاء کا دبی زبان میں ذکر کیا ہے۔ چلئے یہی سہی۔ ہم انہی انبیاء کے بارے میں القرآن الحکیم سے ہی ثابت کرتے ہیں کہ ہر ایک نبی کے ماننے والے اور متبعین تھے۔ اور اپنی زندگیوں میں اُن پر ایمان لا چکے تھے۔ ملاحظہ کیجئے! (سورہ یونس آیت ۷۴) فکذّبوہ فنجّینٰہ ومن معہ فی الفلک وجعلنٰھم خلٰئف واغرقنا الذین کذّبوا بآیٰتنا —— (ترجمہ) "مگر انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم نے اسے (یعنی نوح کو) اور انہیں جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور انہیں جانشین بنایا —— اور انہیں غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔" یہاں لفظ "خلٰئف" یعنی جانشین یہ ثابت کرتا ہے کہ کشتی میں سوار انسان تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے نجات دی —— ثابت ہے کہ وہ لوگ یقیناً ایمان لانے والے تھے۔

اب لیجئے (سورہ نوح آیت ۲۸) - حضرت نوحؑ دعا فرماتے ہیں —— ربّ اغفرلی ولوالدیّ ولمن دخل بیتی مؤمنًا وللمؤمنین والمؤمنٰت (ترجمہ) "اے میرے رب! میری حفاظت فرما اور میرے ماں باپ کی اور اس کی جو ایمان لاتا ہوا میرے گھر میں داخل ہوا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی —— الخ"

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ سورہ عنکبوت —— (آیت ۱۵ میں) فرماتا ہے —— فانجینٰہ واصحٰب السفینۃ وجعلنٰھا اٰیۃ للعٰلمین (ترجمہ) "سو ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی اور ہم نے اسے جہانوں کے لئے نشان بنایا۔"

ایک اور جگہ بھی ارشادِ الٰہی ہے —— سورہ ہود آیت ۳۶) واُوحی الی نوح انہ لن یؤمن من قومک الا من قد اٰمن فلا

تبتئس بما کانوا یفعلون ○ (ترجمہ) "اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم سے کوئی ایمان نہیں لائے گا مگر وہی جو ایمان لا چکا۔ سو تُو اُن کے سبب غم نہ کر جو وہ کرتے ہیں۔"

اسی طرح (سورہ ہود آیت ۴۱ میں بھی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حتّٰی اذا جاء امرنا وفار التنور قلنا احمل فیھا من کلّ زوجین اثنین واھلک الّا من سبق علیہ القول ومن اٰمن ــــ وما اٰمن معہٗ الّا قلیل (ترجمہ) "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور زمین (پر پانی) نے جوش مارا ہم نے کہا اس میں ہر (ضرورت کی) شے کے نر و مادہ دو دو سوار کر لو اور اپنے اہل کو سوائے اس کے جس کے متعلق پہلے حکم ہو چکا ہو اور ان کو بھی جو ایمان لائے اور اس کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے۔"

ایسا سورہ ہود کی آیت ۲۷ بھی ملاحظہ ہو جس سے ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم کے سرداروں نے کہا تھا ــــ وما نراک اتّبعک الّا الذین ھم اراذلنا بادی الرأی ــــ الخ (ترجمہ) "اور ہم نہیں دیکھتے کہ تیری پیروی سوائے ان لوگوں کے کسی نے کی ہو جو ہم میں سے رذیل ہیں۔"

اسی طرح (سورہ الشعراء کی آیت ۱۱۱ سے مطابق) کافروں نے کہا۔ قالوا انؤمن لک واتّبعک الارذلون (ترجمہ) "کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے پیرو ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں۔"

یہ تمام حوالے تو تھے حضرت نوحؑ کی قوم میں سے ــــ ایمان لانے والوں کے ــــ اب سُنئے قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کے الفاظ۔ فانجیناہ والّذین معہٗ برحمۃ منّا وقطعنا دابر الّذین کذّبوا باٰیٰتنا وما کانوا مؤمنین ○ (ترجمہ) "سو ہم نے اُس کو اور اُن کو جو اُس کے ساتھ تھے اپنی طرف سے رحمت سے نجات دی اور ہم نے اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ مومن نہ تھے۔" (سورہ الاعراف آیت ۷۲)

اب قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کے وقت ارشادِ الٰہی کا بھی جائزہ لیجئے ــــ قالوا انّا بما اُرسل بہٖ مؤمنون (ترجمہ) "انہوں نے کہا جو کچھ وہ (صالح) دیکر بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں۔" (سورہ الاعراف آیت ۷۵)

آخر میں لُوط کی قوم کے بارے میں بھی ارشادِ الٰہی پر کان دھریئے ــــ فانجیناہ واھلہٗ الّا امرأتہٗ کانت من الغٰبرین (ترجمہ) "سو ہم نے اُس کو اور اُسکے اہل کو نجات دی سوائے اس کی عورت کے جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہوئی۔" (سورہ الاعراف آیت ۸۳)

اگر اب بھی مودودی صاحب اور انکے معاون کی سوجھ بوجھ یہی کہتی ہو کہ یہ انبیاء ایک آدمی کو بھی راہ راست پر نہ لا سکے تھے تو مجبوراً یہی کہنا پڑے گا کہ ان مفتیوں سے خدا ہی سمجھے۔! امیر جماعت اسلامی اور ان کے "صالحین" سے ایسی امید تو نہ تھی کہ ہمیں مجبوراً کہنا پڑ جائے ؎

زلف آوارہ گریباں چاک و مست شباب
تیری صورت سے تجھے درد آشنا سمجھا تھا میں

چونکہ مودودی صاحب کے معاون نے کچھ اور باتیں بھی لکھ دی ہیں تو ہم پروا جب ہے کہ ان کا بھی جائزہ لیں تاکہ کوئی بات تشنہ نہ رہ جائے۔ معاون موصوف نے اپنے خط کی ابتدا کرتے ہوئے ہمیں جتایا ہے کہ ہمارا انداز فکر کوئی نیا نہیں بلکہ ایسی باتیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بہت پہلے کہتے تھے اور آج غلام احمد پرویز صاحب بھی اسکے پرچارک ہیں۔ تو عرض یہ ہے کہ ایک طرف تو جماعت اسلامی کے پرچارک اخبارات میں اس قسم کی سرخیاں جما جما کر پرچار کرتے ہیں کہ "یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے"۔ دوسری طرف ہمیں جتایا جاتا ہے کہ ایسی باتیں تو فلاں فلاں اشخاص کہتے ہیں لہذا ان کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہئیے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب یا پرویز صاحب کوئی بات متفقہ طور پر حق کی کہتے ہوں — مثال کے طور پر یہ کہ خدا ایک ہے تو کیا مودودی صاحب اور انکے صالحین اپنے اسی اصول کے تحت اس سے انکار کر دیں گے — اور یہی کہیں گے کہ نہیں ہرگز نہیں — (نعوذ باللہ) خدا دو یا اس سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ یہ بات فلاں فلاں نے کہی ہے"؟

حیران ہوں کہ جماعت اسلامی کے ان لات و منات کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے —؟ جبکہ انہیں اچھی طرح علم ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی جتنی خدمت کی ہے اس کی گرد کو بھی ایسی جماعتیں نہیں پہنچ سکتیں۔

اب رہا یہ کہ حضرت نوح نے "انّی مغلوبٌ فانتصر" کہا تھا تو کیا اسکا مطلب یہی لیا جائے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے نصرت دیئے بغیر ہی وفات دیدی تھی یا یہ مان لیا جائے کہ انکی زندگی میں اُن پر ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا تھا؟ صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں کی اور اوپر بیان کی ہوئی آیاتِ ربانی سے ثابت ہے کہ انکی زندگی میں ہی ایمان لانیوالے پیدا ہو گئے چونکہ وہ قلیل تعداد میں تھے اور انکی بقیہ قوم جو مکفر تھی اکثریت میں تھی اور انکے مکفر سردار کفر میں بڑھتے چلے جا رہے تھے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کی — اور یقیناً اس مکفر اکثریت کی تباہی کے بعد حضرت نوحؑ کو نصرت ملی اور وہ بعد میں فوت ہوئے۔

اسی طرح جیسا کہ معاون موصوف نے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط کا ذکر بھی کیا ہے تو ہم نے انکے پیر و مرشد مودودی صاحب کو اس غلط بیانی کا کچا چٹھا کھول کر دکھا دیا ہے جو انہوں نے ان الفاظ میں کی تھی کہ ایک آدمی بھی ان انبیاء پر ایمان نہیں لایا تھا۔ اب خصوصاً جماعت اسلامی کے "صالحین" اور متقین کو سر جوڑ کر بیٹھنا اور سوچنا چاہیئے کہ ان کے پیرو مرشد جھوٹ جیسی قبیح حرکت کو مصلحتاً کیوں "واجب" قرار دیتے ہیں۔ اور یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ جو مصلحت جھوٹ کے سہارے پر ہو اسکے نتائج کیونکر اچھا پھل لا سکیں گے؟

لہذا آخر میں — میں صالحین اور متقین سے استدعا کروں گا کہ وہ اس بات کی ہرگز پرواہ نہ کریں کہ مودودی صاحب کیا کہتے ہیں بلکہ اس پر کان دھریں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے۔

وما علینا الّا البلاغ المبین ؛

فرقہ اہل قرآن اور انگریزی حکومت

مولوی محمد عبد اللہ صاحب چکڑالوی نے ستر سال پیشتر ایک کتاب اشاعۃ القرآن کے نام سے ۱۳۲۰ ہجری میں شائع کی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ ۴۴ پر زیر عنوان "شکریہ گورنمنٹ" مولوی چکڑالوی صاحب بانی فرقہ اہل قرآن لکھتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ کا ہم پر نہایت احسان ہوا کہ ہم پر گورنمنٹ انگلشیہ دام سلطنتہ کا سایہ آ گیا جس کے نیچے ہم کو اظہار حق کا آزادانہ طور پر خوب موقع مل گیا۔ گو مولوی محمد حسین صاحب جیسی تلخ طبیعتوں نے کفر و الحاد کے فتاویٰ مشتہر کر کے عوام الناس کو مشتعل کرنے میں کمی نہ کی جن کے دلوں میں ابھی تک وہی پرانے خیال قتل و قتال سمائے ہوئے ہیں مگر خدا کے فضل اور گورنمنٹ کی عنایت سے کوئی چنداں فساد نہ ہوا جس کا ہم لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا ہر ایک مسلمان کو گورنمنٹ کی اطاعت میں مصروف اور اس کی مخالفت سے دور رکھے۔ جیسا کہ ہمارے دستور العمل قرآن مجید کا حکم ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔"

(اشاعۃ القرآن صفحہ ۴۴)

مولوی ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر زمیندار کے والد صاحب

مولوی سراج الدین صاحب والد مولانا ظفر علیخان لکھتے ہیں:-

"بلاشبہ یہ امر ہماری خوشی کا باعث ہے کہ ہماری قوم کے لیڈر اور پیشوا گورنمنٹ کی مخالفت کو خلاف مذہب خیال کرتے ہیں اور ہمارا اپنا بھی یہی ایمان ہے۔ قرآن مجید میں صاف حکم ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ اس کی صحت میں جو شک کرے وہ کافر ہے۔"

(اخبار زمیندار لاہور یکم مئی سنہ ۱۹۰۰ء)

فرقۂ اہل تشیع اور انگریزی حکومت

شیعہ مجتہد جناب علامہ علی الحائری نے اپنی کتاب "موعظہ تقیہ" میں تحریر فرمایا :-

"آپ لوگوں کا فرض ہے کہ اس مذہبی آزادی کے قیام و دوام کے لئے صدق دل سے آمین کہیں کیونکہ فی الحقیقت آپ بہت ہی ناشکر گزار ہوں گے اگر آپ اس کا اعتراف نہ کریں کہ ہم کو ایسی سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے جس کی عدالت اور انصاف پسندی کی مثال اور قلمرو دنیا کی کسی اور سلطنت میں نہیں مل سکتی۔ فی الواقع بادشاہ وقت کے حقوق میں ایک اہم حق یہ ہے کہ رعایا اپنے بادشاہ کے عدل و انصاف کی شکرگزاری میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ اس میں بھی حضور پیغمبر اسلام علیہ و آلہ وسلم کی تاسی ہم لوگوں کو لازم ہے کہ آپ نے بھی نوشیروان عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح اور فخر کے رنگ میں کیا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ حضور کی تاسی میں مسلمان اس مبارک مہربان، منصف اور عدل گستر برطانیہ عظمیٰ کی دعاگوئی اور ثناء خوانی کریں اور اس کے احسانوں کے شکرگزار رہیں۔

غور کرو کہ تم اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے کیوں کر بے خوف و خطر پوری آزادی کے ساتھ آج سر میدان تقریریں اور وعظ کر رہے ہو اور کس طرح ریل، ڈاک، تار اور دیگر ہر قسم کے سامان جن سے تبلیغ کی مشکلات میں بہت کچھ آسانیاں حاصل ہوئیں اس مبارک اور مسعود عہد میں ہمیں میسر آئے جو پہلے کبھی کسی حکومت میں موجود نہ ہوتے تھے۔ اسی ہندوستان میں گزشتہ غیر مسلم سلطنتوں کے عہد میں یہ حالت تھی کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہ کہہ سکتے تھے اور باتوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اور حلال چیزوں کے کھانے سے روکا جاتا تھا۔ کوئی باقاعدہ تحقیقات نہ ہوتی تھی۔ مگر یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہم ہندوستان میں ایسی مبارک، مہربان سلطنت کے تحت عدالت و انصاف ہیں کہ وہ ان تمام عیوب اور خود غرضیوں سے

پاک ہے جس کو مذاہب کے اختلاف سے
کوئی بھی اعتراض نہیں ہے اور جس کا
قانون ہے کہ سب مذاہب آزادی کے
ساتھ اپنے مذہبی فرائض کو ادا کریں ۔
لہذا اس سلطنت (برطانیہ عظمیٰ) کے وجود
بقا اور قیام کے لئے تمام احباب دعا
کریں اور اس کے ایثار کا جو وہ اہل اسلام
اور خاص کر شیعوں کی تربیت میں بے دریغ
مرعی رکھتی ہے ہمیشہ صدق دل سے شکرگزار
ہوں اور اس کے ساتھ دل سے وفادار
رہنا اپنا شعار بنا لیں اور ان کے خلاف
جلسوں اور مظاہروں میں شریک اور
معین ہونے سے قطعاً احتراز کریں ۔"
(موعظہ تقیہ ص۴۲-۴۶ کتب خانہ
حسینیہ حلقہ ۲ لاہور - طبع سوم)

(۲) "ہم شیعوں کے لئے تو یہ سلطنت نعمت عظمیٰ ہے"

شیعہ صاحبان کی مشہور کتاب نور ایمان
میں لکھا ہے :-

" بعد انتقال جناب رسول خدا صلعم کے
دو پارٹی ہو گئی - ایک الیکشن کی پارٹی اور ایک
اہلبیت کی پارٹی - اہلبیت کی پارٹی ہمیشہ
معصوم و مظلوم رہی اور الیکشن کی پارٹی ہمیشہ
برسر عروج دنیاوی رہی اور اہلبیت کی پارٹی
کی بیخ کنی میں ہمیشہ مصروف رہی اور جب جب
موقع ملا اہلبیت کی پارٹی کو ایذا دیتی اور ستاتی
چلی آئی اور چلی آتی ہے - ہندوستان میں
دیکھ لیجئے کہ ہر محرم میں سادات اور غلامان
آل رسول پر کیسے کیسے حملے ہوتے ہیں لیکن
ہزار شکر پروردگار عالم کا ہے کہ اس حاکم
حقیقی نے اس وقت ہماری حمایت کے لئے
ہم کو ایسا **شاہنشاہ عادل** یعنی شاہنشاہ
جارج پنجم دام سلطنتہٗ دیا ہے کہ اس کے
زور اور قانون کے مقابلہ میں کسی قوی کی مجال
نہیں گو اس کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو کسی
ضعیف کو گو اس کی تعداد کتنی ہی کم ہو ستاوے
**ایسی جہاں پناہ سلطنت میں ہم لوگ
کس عزت و آبرو سے اوقات بسر
کرتے ہیں اور کیسی آزادی سے اپنے
مذہبی اعمال اپنے کانشنس کے
موافق بجا لاتے** - اور جب جب الیکشن
والی پارٹی ہم کو دبانا چاہتی ہے تو ہمارے
حضور قیصر ہند کے عادل حکام ہماری
حمایت فرماتے ہیں - اور جب جب مقدمہ
ہو تو بلا پاسداری احدے دودھ کا دودھ
پانی کا پانی فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور ہمارے
مخالفین کا زور چلنے نہیں دیتے ۔ اگر خدانخواستہ
ہم لوگ الیکشن والی سلطنت میں ہوتے تو
اب تک پیس دیئے جاتے - ہم تو
کہتے ہیں کہ جیسا ہم تم سے بول رہے ہیں اسی کی

سزائیں دار پر کھینچ دیئے جاتے مگر واہ رے
میرا قیصر ہند کہ اس کی سلطنت میں سب
لوگ اپنے اپنے کانشنس کے مطابق اپنے اپنے
مذہبی اعمال بجالاتے ہیں۔ کتابیں چھاپتے
ہیں۔ اپنے اپنے عقائد اخباروں میں شائع
کرتے ہیں مگر کسی کی مجال نہیں کہ اس میں
کچھ چون وچرا کر سکے اسلئے ہم شیعوں
کے لئے تو یہ سلطنت نعمت عظمیٰ ہے
اسلئے ہم لوگ سب شیعے قندھار
سے مانڈلے اور نیپال سے کیپ
کامران کے رہنے والے دعا کرتے
ہیں کہ حق تعالیٰ اس عادل اور مہربان
سلطنت کو ہمیشہ قائم رکھے اور
ہمارے حضور قیصر ہند کو طول عمر
عطا فرمائے۔ ہم لوگ بارہ سو (۱۲۰۰) برس سے
کڑیاں جھیلتے اور ایذائیں سہتے سہتے تھک
گئے۔ الٰہی اب ایسا فضل و کرم ہو کہ ہم لوگ
اس سلطنت میں چین سے زندگی بسر کریں اور
جمعیت خاطر سے تیری عبادت اور تیرے
حبیبؐ کے فرزندوں سے مودت رکھنے میں
مصروف رہیں۔"

(ذکر ایمان صفحہ ۲۸۰-۲۸۱
[illegible] خان بہادر مولوی
سید [illegible] احمد صاحب دہلوی
شائع کردہ مطبع کاظمی پریس دہلی)

"اسلافِ دیوبند اور انگریزی حکومت"

ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۲؍جولائی ۷۰ء
میں جناب محمد ایوب صاحب قادری کا ایک مقالہ
"سرسید احمد خان اور وہابی تحریک" شائع ہوا۔
جس میں انہوں نے یہ تاثر دیا کہ :-

"سرسید نے اپنے ذاتی تعلقات
کی بنا پر علماء صادق پور اور میاں
نذیر حسین صاحب کے ذریعہ جماعت
اہل حدیث کا رُخ جہاد سے موڑ کر
انگریز کی وفاداری کی طرف پھیر دیا
اور یوں وہ جماعت جو انگریز کی باغی
تھی اس کی وفادار بن گئی۔"

(الاعتصام ۲۵؍ستمبر ۷۰ء)

جناب قادری صاحب کے اس تحقیقی مضمون کا
جواب ہفت روزہ الاعتصام میں قسط وار شائع
ہو رہا ہے۔ جواب یہ نہیں کہ اہل حدیث نے انگریزوں
کی تعریف نہیں کی یا ان سے رشتہ وفا استوار
نہیں کیا تھا۔ یہ جواب دینا ناممکن تھا اس لئے
الاعتصام کے مضمون نگار جناب مولوی عبد القادر
صاحب قدوسی نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلاف دیوبند
بھی انگریز کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور
انگریز کے وفادار تھے۔

ہم الاعتصام سے مندرجہ ذیل اقتباسات
اپنے قارئین کی دلچسپی کے لئے حرف بحرف نقل کرتے

ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے :۔

(۱) "تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں نے من حیث القوم اپنی وفاداری کا یقین دلا دیا۔ سرسید نے یہ رسالہ (اسباب بغاوت ہند) ۱۸۵۸ء میں لکھا تھا صرف بارہ سال ۱۸۷۰ء میں مسلمان قوم کی کیفیت ہو گئی کہ مسلمانوں کا ایک اہم فرقہ شیعہ سب کا سب انگریزوں کو اپنی کامل وفاداری کا یقین دلانے میں پیش پیش تھا۔ اگرچہ یہ فرقہ کسی وقت بھی انگریز کے نزدیک مشکوک نہیں رہا تھا چنانچہ اس کی طرف سے فارسی زبان میں ایک رسالہ شائع ہوا جس میں جہاد کی مخالفت اور گورنمنٹ کے ساتھ پوری پوری وفاداری کا اعلان تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھو ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" (۱۷۴ تا ۱۸۰ اردو ترجمہ)

ہنٹر نے شیعہ گروہ کے متعلق اپنے تاثرات ان الفاظ میں ظاہر کئے ہیں :

"بغاوت کے غیر ضروری ہونے پر ان کا اعلان بغیر کسی دباؤ کے واقع ہوا۔ اور یہ بات نہایت ہی خوب ہے کہ ایسا اعلان باضابطہ طور پر تحریر میں آگیا۔ اس دستاویز پر مستند اور قابل اعتماد شیعہ علماء کی مہریں ثبت ہیں اور یہ پورا فرقہ اس پر ہمیشہ عمل کرنے کے لئے مجبور ہے۔ اس قسم کے باقاعدہ وعدوں کے بغیر بھی وہ قدرتاً وفادار ہیں۔"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص۱۷۹)

(۲) "علماء احناف نے انگریزوں کی حمایت اور جہاد کی مخالفت میں مضامین اور فتاویٰ لکھے اور وسیع پیمانہ پر ان کو شائع کیا گیا۔ شیعوں کے فتووں کا ذکر کرنے کے بعد ہنٹر سنیوں (احناف) کے فتووں کے متعلق لکھتا ہے :۔

"اب میں مسلمانوں کے دوسرے بڑے فرقے کے باقاعدہ فتووں کا ذکر کرتا ہوں ہندوستان میں سنی مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ایک عرصہ سے اس اعلان میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں کہ ہم پر مذہباً بغاوت کا کوئی فریضہ عائد نہیں ہوتا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دو قسم کے فتوے حاصل کئے ہیں۔ کلکتہ کی محمڈن لٹریری سوسائٹی نے اس مسئلہ پر تمام سنیوں کی رائیں ایک زور دار رسالہ کی شکل میں جمع کر دی ہیں۔"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص۱۸۱)

بات یہ ہے کہ علمائے احناف اس پر تو متفق تھے کہ انگریز کے

خلاف جہاد جائز نہیں لیکن جہاد کے عدم جواز کے سبب میں اختلاف تھا ایک فریق کہتا تھا کہ چونکہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ ورمسلمان یہاں مستأمن کی حیثیت میں رہتے ہیں از روئے شرع کسی مسلمان کو حکومت کے خلاف کسی قسم کی حرکت کرنا جائز نہیں۔ دوسرا فریق اس کے برعکس ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے ہوئے یہاں جہاد کو ناجائز سمجھتا تھا۔

ہنٹر لکھتا ہے :۔

"شمالی ہند کے علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان کے نزدیک جہاد غیر ضروری ہے۔ کلکتہ کے علماء نے ہندوستان کو دارالسلام تصور کیا اور اس پر جہاد کو ناجائز قرار دیا۔"
(ایضاً ۱۸۱)

کلکتہ کی محمڈن لٹریری سوسائٹی کے جس رسالہ کا ہنٹر نے ذکر کیا وہ دراصل مولوی کرامت علی جونپوری کا ایک لیکچر ہے جو انہوں نے ۲۳ر نومبر ۱۸۷۰ء کو مذکورہ سوسائٹی کے اجلاس میں دیا تھا۔ یہی لیکچر بعد میں رسالہ کی صورت میں چھپا۔ رسالہ کا موضوع گورنمنٹ کے خلاف ممانعت جہاد تھا اسلئے اسے فتویٰ کا رنگ دیکر بعد میں دوسرے حنفی علماء کی آراء کو بھی اس میں درج کر دیا گیا۔ یہ رسالہ خان بہادر مولوی عبداللطیف سیکرٹری سوسائٹی کے اہتمام سے چھپا تھا۔" (ہفت روزہ الاعتصام ۹/۱۶ اکتوبر ۱۹۶۰ء صـ)

(۲) "مولوی صاحب کے فتویٰ کا ایک حصہ ہدیۂ ناظرین ہے :۔ "اب اگر کوئی گم کردہ راہ مجنون اپنی اُلٹی قسمت کی وجہ سے ملک ہندوستان کے انگریز حاکموں کے خلاف جنگ شروع کر دے تو اس قسم کی جنگ کو **بغاوت** تصور کیا جائے گا اور بغاوت اسلامی فقہ میں سخت منع ہے اسلئے یہ جنگ بھی ناجائز ہوگی۔ اگر کوئی شخص کسی حالت میں بھی ایسی جنگ کرے گا تو مسلمان اپنے حاکموں کا ساتھ دینے پر مجبور ہوں گے اور ان کے ساتھ مل کر باغیوں سے جنگ کریں گے۔"
(ہمارے ہندوستانی مسلمان صـ۲۱۶)

شمالی ہند کے جن علمائے کرام کا فتویٰ ہنٹر نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے وہ یہ حضرات ہیں :۔

مولانا عبدالحی لکھنوی۔ مولانا محمد علی لکھنوی۔ مولانا فیض اللہ لکھنوی۔ مولانا محمد نعیم لکھنوی۔

مولانا رحمت اللہ لکھنوی۔ مولانا قطب الدین لکھنوی مفتی سعد اللہ لکھنوی۔ مولانا لطیف اللہ رامپوری۔ مولانا غلام علی رامپوری (ایضاً ص ۲۱۵)

جہاد کے خلاف اور انگریز کے حق میں اس مہم کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کیلئے مکہ معظمہ سے بھی بعض فتوے درآمد کئے گئے جن کو ہنٹر نے اپنی کتاب کے آخر میں درج کر دیا ہے۔

الغرض سرسید احمد خان کی یہ کوشش بڑی مؤثر ثابت ہوئی۔ برٹش گورنمنٹ نے آپ کے رسالے "اسباب بغاوت ہند" کی روشنی میں جو نئی پالیسی وضع کی اور جوش کی جگہ ہوش سے کام لیا تو قلیل مدت میں اسے امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں احناف اور شیعہ نے اسے کامل فرمانبرداری کا یقین دلا دیا اور گورنمنٹ بھی ان دونوں فرقوں کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گئی اور یہ سب کچھ ۱۸۷۰ء تک ہو چکا تھا۔"

(الاعتصام ۹ راکتوبر ۱۹۷۰ء صہ)

(۴) "مولوی مملوک علی صاحب امیر اوّل تحریک دیوبند کے سلسلہ میں فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں:-

"آپ (یعنی مولوی مملوک علی صاحب) کے تلامذہ میں مولوی سمیع اللہ بڑی شہرت کے مالک اور گورنمنٹ کے معتمد علیہ آدمی تھے جن کے متعلق جناب محمد ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں:-

"۱۶ ستمبر ۱۸۸۲ء کو مولوی سمیع اللہ مصر میں انگریزوں کے استعمار کو مضبوط کرنے کی غرض سے پولیٹیکل مشن پر مصر گئے اور وہاں انہوں نے جمال الدین افغانی کی تحریک کو نقصان پہنچایا۔ ان خدمات کے صلہ میں ان کو سی۔ ایم۔ جی کا خطاب ملا۔ مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۱۸۲"

(الاعتصام ۲ راکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۲)

(۵) "امر واقعہ یہ ہے کہ **۱۸۵۷ء** کی ملکی لڑائی میں علماء دیوبند نے مولانا مملوک علی کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے من حیث الجماعت انگریز کا ساتھ دیا۔ احیاء العلوم وغیرہ جیسی کتابوں کے مترجم اور متعدد کتب کے مؤلف مولانا مملوک علی کے بھتیجے دیوبندی فکر کے مشہور بزرگ مولانا محمد احسن نانوتوی کے متعلق جناب ایوب قادری لکھتے ہیں:-

"۲۲ رمئی ۱۸۵۷ء کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ

حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی صفحہ ۵"
(الاعتصام لاہور ۲ ر اکتوبر ۱۹۶۷ء صلا)

(۶) "مولانا مملوک علی کے صاحبزادے اور دار العلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی صاحب ۔۔۔۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کو غدر اور اس میں حصہ لینے والوں کو مفسدین سے تعبیر کرتے تھے۔ سوانح قاسمی صلا"
(الاعتصام ۲ ر اکتوبر ۱۹۶۷ء صلا)

(۷) "مولانا رشید احمد گنگوہی کے اپنے متعلق یہ تاثرات تھے :-
"میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکا نہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔"
(تذکرۃ الرشید جلد اوّل صث)
(الاعتصام ۲ ر اکتوبر ۱۹۶۷ء صك)

(۸) مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتویٰ:-
(الف) "جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا یہاں کرنا سبب ہلاکت اور معصیت ہوگا۔" (فتاویٰ نذیریہ جلد ۳ صلا۴)

(ب) "مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی نے اصل معنی جہاد کے لحاظ سے بغاوت ۱۸۵۷ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا بلکہ اس کو بے ایمانی و عہد شکنی و فساد و عناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اس کی معاونت کو معصیت قرار دیا۔"
(اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱ ص ۲۸۸)

(۹) جناب مولوی سید احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں :-
"ہندوستان دار الاسلام ہے اسے دار الحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں۔"
(نصرت الابرار صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ لاہور)

بریلوی صاحبان کے متعلق شورش کاشمیری نے لکھا ہے کہ انہوں نے :-
"انگریزوں کے اولوالامر ہونے کا فتویٰ دیا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے۔ انگریزوں کا یہ خود کاشتہ پودا کچھ دنوں بعد ایک مذہبی تحریک بن گیا۔"
(ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۵ ر اکتوبر ۱۹۶۲ء)

(۱۰) جناب مودودی صاحب کا فتویٰ :-
"جب وہ (مسلمان) مغلوب ہوگئے، انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دار الحرب نہیں رہا۔" (کتاب سود حصہ اوّل حاشیہ صفحہ ۷۷-۷۸) +

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ اور انگریزی گورنمنٹ

معترض علماء کے پیش کردہ حوالہ جات پر نظر!

—— (۱) ——

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کی ولادت ۱۸۳۵ء میں ہوئی اور آپؑ نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ فرمایا۔ آپؑ کے دعوے سے پیشتر ہندوستان بھر میں انگریزی حکومت مستحکم ہو چکی تھی اور ہندوستان کے مذہبی علماء اور سیاسی لیڈر بالاتفاق حکومتِ برطانیہ کی وفاداری اور اس کے ساتھ تعاون کرنے کا اقرار و اعلان کر چکے تھے جیسا کہ ہم ایک مفصل مضمون اس بارے میں اسی نمبر میں شائع کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی حکومتِ برطانیہ کے مذہبی آزادی دینے اور قیامِ امن پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اسلامی تعلیم اور سنتِ انبیاء کے مطابق ایسی حکومت کی اطاعت کا اعلان فرمایا۔

—— (۲) ——

حضرت مسیح ناصری عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے وقت رومی حکومت فلسطین پر حکمران تھی وہ انگریزی حکومت کی طرح امن و مذہبی آزادی کی حامی تھی۔ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے خود اس حکومت کی اطاعت کی اور دوسروں کو اس کی اطاعت کی تلقین فرمائی۔ یہودی علماء نے عوام کو ان کے برخلاف اکسانے کے لئے یہ طریق اختیار کیا کہ سب کے سامنے حضرت مسیحؑ سے پوچھا کہ:-

"ہمیں بتا تو کیا سمجھتا ہے قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں؟"

انجیل میں لکھا ہے کہ:-

"یسوع نے ان کی شرارت کو جان کر کہا اے ریاکارو! مجھے کیوں آزماتے ہو۔ جزیہ کا سکہ مجھے دکھاؤ۔ وہ ایک دینار اس کے پاس لے آئے۔ اس نے ان سے کہا یہ صورت اور نام کس کا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا قیصر کا۔ اس پر اس نے ان سے کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔"

(متی ۲۲/۱۷-۲۱)

حضرت ابن مریمؑ نے یہودی علماء کے اس طریق کو شرارت قرار دیا کیونکہ وہ خود سارے قیصر کی اطاعت کرتے تھے مگر محض عوام کو مسیحؑ کے خلاف بھڑکانے کے لئے یہ باتیں کرتے تھے۔ بعینہٖ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ علماء زمانہ نے کیا۔ خود سب انگریزی حکومت سے تعاون کرتے، اس کی وفاداری و اطاعت کرتے، اس کے لئے شکریہ کا اظہار کرتے، اس کے استحکام و دوام کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ مگر عامۃ الناس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اکسانے کے لئے کہنے لگے کہ یہ انگریزی حکومت کی اطاعت کرتے ہیں، یہ انگریزوں کے آلہ کار ہیں۔

(۳)

ماہنامہ الفرقان نے جب شیعہ، سنی، اہل قرآن، دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث علماء کے حوالے پیش کئے تو اور تو خاموش ہو گئے مگر اہلحدیث مولویوں نے جواب دینے کی کوشش کی۔ ان کے جوابات پر ہم علیحدہ مضمون میں تبصرہ شائع کر رہے ہیں۔ اس جگہ ان حوالہ جات کو نمبروار پیش کر کے جواب دیا جاتا ہے جو مدیر الاعتصام اور مدیر ترجمان اہلحدیث نے پیش کئے ہیں۔ حوالہ جات پر بحث کرنے سے پیشتر سیاق و سباق اور ان بیانات کا شانِ ذکر جاننا ضروری ہے۔ سو یاد رہے کہ انگریزی حکومت سے پہلے اس ملک میں سکھوں کی حکومت تھی جن کے بارے میں صرف ذیل کے تین اقتباسات پڑھ لینے کافی ہیں:-

(۱) سکھوں کے متعلق انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:-

"سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا جذبہ بے پناہ تھا۔ مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ ان کے گاؤں بالکل تباہ کر دیئے گئے۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور ہزاروں مسجدیں گرا دی گئیں۔" (انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر صفحہ ۱۱۲)

(۲) تلسی رام صاحب نے لکھا ہے:-

"ابتداء میں سکھوں کا طریق غارت گری اور لوٹ مار کا تھا۔ جو ہاتھ آتا تھا لوٹ کر اپنی اپنی جماعت میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے سکھوں کو بڑی دشمنی تھی۔ اذان یعنی بانگ کی آواز بلند نہیں ہونے دیتے تھے۔" (شیر پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۲ء)

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور ان کے دستِ تعدّی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ ان کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان کے کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔" (اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۹۰۰ء)

(۴)

ظاہر ہے کہ سکھوں کے مظالم اور مذہبی تشدد سے نجات دلا کر مسلمانوں کو مذہبی آزادی دینے والی انگریزی حکومت کا شکر تمام دردمند مسلمانوں نے کیا، جیسا کہ اس شمارہ میں بکثرت حوالہ جات شائع شدہ سے ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت دلائل کے رُو سے **غلبۂ اسلام** کے لئے تھی۔ اس کام کے لئے **امن اور مذہبی آزادی بطور اساس اور بنیاد** کے ہے۔ سکھوں کے عہد کے بعد انگریزوں کے ذریعہ یہ حاصل ہوئی اور غلبۂ اسلام کے لئے ماحول مہیّا ہو گیا اسلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور اس کی اس حکمت پر بہت شکر گزار تھے کہ اس نے اس ملک میں اس وقت انگریزی حکومت کو قائم فرمایا۔ آپ انگریزی حکومت کے بھی شکر گزار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَن لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ۔ کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو صحیح اسلامی عقائد پیش کئے ان میں وفات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ بہت نمایاں تھا جس پر علماء مذہبی برافروختہ تھے اور عیسائی پادری بھی ناراض تھے۔ مزید براں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو امام مہدی بھی مقرر فرمایا ہے ـــــ انگریزوں کو سوڈان میں ایک مدعی مہدویت سے سخت جنگی مقابلہ کرنا پڑا تھا اسلئے وہ امام مہدی کے لفظ پر بہت بدکے کیونکہ اس ملک میں بھی امام مہدی کے متعلق عوام مسلمانوں کے خیالات جنگجویانہ تھے اسے **مہدی الدم** (خونی مہدی) کہا جاتا تھا۔ (حجج الکرامہ)

ان تمام حالات میں ایک اور اضافہ یہ ہو گیا کہ معاند مولویوں نے انگریزی حکومت کے کان بھرنے شروع کئے۔ بطور نمونہ اہلحدیث ایڈووکیٹ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں انہوں نے برملا لکھا کہ:۔

> "گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پُر حذر رہنا ضروری ہے ورنہ **اس مہدی کادیانی** سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو **مہدی سوڈانی** سے نہیں پہنچا۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۹ نمبر ۶ حاشیہ صفحہ ۱۶۸/۱۸۹)

ایک اور مولوی محمد عبداللہ نے اپنی کتاب شہادت قرآنی میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق شائع کیا کہ:۔

> "ایسے ہی دیگر آیات قرآنیہ اپنے چیلوں کو سنا سنا کر **گورنمنٹ سے جنگ** کرنے کے لئے مستعد کرنا چاہتا ہے۔" (شہادت قرآنی صفحہ ۳ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱۹۰۵ء)

ایک طرف یہ صورتِ حال تھی اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی بعثت کے سلسلہ میں یہ اعلان فرما چکے تھے کہ :-

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔" (فتح اسلام ص۱۵ ۱۸۹۰ء)

ان جملہ حالات پر نظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُن بیانات اور تحریرات کو پڑھنا ضروری ہے جو آپ نے گورنمنٹ انگریزی کے شکر اور اس کی اطاعت کے بارے میں شائع فرمائی ہیں۔

(۵)

"خود کاشتہ پودا"

مدیر الاعتصام اور مدیر ترجمان اہلحدیث نے پہلا اور بڑا اعتراض خود کاشتہ پودا کے حوالہ کو سراسر غلط انداز میں پیش کر کے کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۲۴ رفروری ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں لفظ "خود کاشتہ پودا" سے عین پہلے اس اشتہار لکھنے کا سبب باین الفاظ مذکور ہے :-

"مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بد اندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں اسلئے اندیشہ ہے کہ ان کی ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں پچاس سالہ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سر لیپل گریفن کی کتاب تاریخ رئیسانِ پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو میرے اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں سب کی سب ضائع اور برباد ہو جائیں اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک قدیم وفادار اور خیر خواہ خاندان کی نسبت کوئی تکدر خاطر اپنے دل میں پیدا کرے۔ الخ"

ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر "خود کاشتہ پودا" کا لفظ محض اپنے خاندان کے لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے اور وہ بھی بداندیش اور حاسدوں کی جھوٹی مخبریوں اور مفتریانہ کارروائیوں کے ازالہ کے لئے اظہار تعلق کے طور پر ——— کیونکہ انگریزی حکومت نے سکھوں کے مظالم سے اس خاندان کو نجات دلا کر پھر ان کی دیرینہ ریاست میں برقرار کر دیا تھا پس اس لفظ سے ازراہِ محبِ محسن کے احسان کو نمایاں کرنا مقصود ہے نہ کچھ اور۔ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ مجھے انگریزوں نے مبعوث کیا ہے اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں وفاتِ مسیح اور مکالمہ الٰہیہ کے جاری ہونے کے عقائد پیش کر کے

غلبۂ اسلام کی سکیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔ ایسا مطلب اس لفظ کے سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے بھی نہیں نکالا جا سکتا۔

اپنی بعثت کے بارے میں تو حضور علیہ السلام نے پُرزور الفاظ میں اعلان فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہوں تحریر فرماتے ہیں:-

"مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں کہ ان کے ہاتھ سے اُکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر اُن کے مُنہ پر مارے گا۔"

(اربعین ملحمہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۰۰ء)

ایک فارسی شعر میں حضورؑ نے فرمایا ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

(ازالہ اوہام)

اس جگہ ضمناً یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ اہلحدیثوں اور بریلویوں ہر دو کو انگریز کا خود کاشتہ پودا قرار دیا گیا ہے۔

(۱) بریلوی صاحبان کے متعلق شورش کاشمیری لکھتے ہیں:-

"انگریز کے آتے ہی انہوں نے اعلان کیا اور فتویٰ دیا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے۔ انگریزوں کا یہ خود کاشتہ پودا کچھ دنوں بعد ایک مذہبی تحریک بن گیا۔"

(چٹان لاہور ۱۵ر اکتوبر ۱۹۶۲ء)

(۲) اہلحدیثوں کے بارے میں مدیر طوفان ملتان لکھتے ہیں:-

"انگریزوں نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ تحریک نجدیت کا پودا ہندوستان میں بھی کاشت کیا اور پھر اسے اپنے ہاتھ سے ہی پروان چڑھایا۔"

(طوفان ملتان ۷ر نومبر ۱۹۶۲ء)

اس مقام پر مولوی مسعود عالم صاحب ندوی کی تاریخ کا اقتباس ذیل بھی مدیر ترجمان اہلحدیث کے لئے خاص توجہ کے قابل ہے۔ لکھتے ہیں:-

"ہندوستان کی جماعت اہلحدیث ... کے سرکردہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا ... جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی شائع کرائے تھے معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔"

(کتاب ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک صفحہ ۲۶)

مسئلہ جہاد

الاعتصام اور ترجمان اہلحدیث نے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی چند عبارتیں پیش کی ہیں جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ انگریزی حکومت کے مذہبی آزادی دینے کے باعث اور مسلمانوں پر جبر نہ کرنے کے باعث اس حکومت سے تلوار کے جہاد کی از روئے قرآن مجید اجازت نہیں۔ اس بات پر بطور مسئلہ بھی زور دینے کی ضرورت تھی نیز حکومت کے کان بھرنے والے مولویوں کے شر کے دفعیہ کے لئے بھی ضرورت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے اسے بار بار بیان فرمایا۔ حضور سے پہلے سب علماء و زعماء یہی فتویٰ دے چکے تھے کہ انگریزوں سے جہاد جائز نہیں حرام ہے۔ جماعت اہلحدیث کے علماء کے بہت سے فتوے اسی شمارہ میں شائع ہو رہے ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں بھی اہلحدیثوں نے حصہ نہیں لیا تھا۔ (ترجمان وہابیہ ص۳۴) لیکن منٹر وغیرہ نے لوگوں کی جھوٹی مخبریوں کے باعث اہلحدیثوں کے خلاف بیانات شائع کئے اور انہیں خواہ مخواہ بدنام کیا۔ مقام حیرت ہے کہ آج کے مدیر ترجمان اہلحدیث اپنے امام جناب نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیانات کو چھوڑ کر منٹر کے بیانات کو ترجیح دے رہے ہیں۔

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتویٰ کا تعلق ہے آپ نے صاف طور پر تحریر فرما دیا ہے:۔ "ولا شك ان وجوہ الجھاد معدومة فی ھذا الزمن وھذہ البلاد فالیوم حرام علی المسلمین ان یحاربوا للدین وان یقتلوا من کفر بالشرع المتین فان اللہ صرح حرمة الجھاد عند زمان الامن والعافیة۔"

(تحفہ گولڑویہ ص۸۲ روحانی خزائن)

کہ بلا شبہ ان دنوں اس ملک ہند میں موجبات جہاد موجود نہیں ہیں اسلئے اس ملک میں آج مسلمانوں پر حرام ہے کہ دین کے نام پر لڑائی کریں اور منکرین شرع کو قتل کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امن و عافیت کے زمانہ میں جہاد یعنی لڑائی کو صراحتًا حرام قرار دے رکھا ہے۔"

ظاہر ہے کہ ان حالات میں کوئی بھی عالم جہاد کو واجب قرار نہیں دے سکتا۔ جہاد کے لئے شرائط مقرر ہیں جب تک وہ نہ پائے جائیں جہاد کرنا فساد اور بغاوت ہے۔ خود اہلحدیثوں کے واضح حوالے اسی نمبر میں موجود ہیں۔ قبل ازیں ہم الفرقان کے جہاد نمبر میں اس موضوع پر بڑی تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ اس جگہ ان لوگوں کی تردید میں جو حضور علیہ السلام کے فتویٰ کو انگریزوں کی خوشامد قرار دیتے ہیں حضور کا ایک اقتباس پیش کرنا کافی ہے حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اسلئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے

نجات پاکر اپنی موتِ طبعی سے بمقام سرینگر کشمیر مر گیا۔ اور نہ وہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہوں گے؟ پس سنو اے نادانو! میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دینِ اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلوار یں چلاتی ہے قرآن شریف کے رُو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔"

(کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۔ روحانی خزائن)

(۷)

ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنّتِ خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے شاہانِ وقت کو دعوتِ اسلام دی۔ آپؑ نے ملکہ وکٹوریہ کی مذہبی آزادی اور عدل گستری کی تعریف فرماتے ہوئے اسے واحد و یگانہ خدا پر ایمان لانے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول سمجھنے اور حضرت مسیحؑ کی الوہیت کے باطل عقیدہ اور صلیبی موت کے بے بنیاد خیال کو چھوڑنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو جب فرعونِ مصر کی طرف بھجوایا تو تاکیدی حکم دیا فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰهٰ ع) کہ فرعون سے نہایت نرمی سے بات کرنا۔ اس طرح اس کے نصیحت پکڑنے اور خشیت اختیار کرنے کا امکان ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ نوشیروان کی عدل گستری کا خاص تعریفی رنگ میں ذکر فرمایا تھا۔ اس کے عہد میں اپنی ولادت کا ذکر اہتمام سے فرمایا۔ وُلِدْتُ فِيْ زَمَنِ الْمَلِكِ الْعَادِلِ انوشیروان ایک مشہور بات ہے۔ اسی طریقۂ مرسلین کے پیشِ نظر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی دونوں کتابوں تحفہ قیصریہ اور ستارۂ قیصرہ میں نہایت نرم انداز اختیار فرمایا مگر غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دینے سے سراپا محروم علماء کے لئے یہ نرم انداز بھی قابلِ اعتراض قرار دیا گیا۔ یا للعجب!

مدیر الاعتصام نے لکھا ہے کہ "اپنا مقصد بعثت ہی مرزا صاحب نے خلقِ خدا کی اصلاح کی بجائے انگریز کی تائید و اعانت بتلایا ہے"۔ رسالہ ستارۂ قیصرہ کے حوالہ جات سے مدیر الاعتصام نے اپنے اس سراسر باطل دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے اہلحدیثوں کے اسی طریق کو اختیار کیا ہے جس کی مذمت میں جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری آنجہانی نے کہا تھا کہ:-

"قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس ہے کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔"

(اخبار اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴۹)

ستارۂ قیصرہ میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے ملکہ وکٹوریہ کو خطاب کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:-

(الف) "خدا نے تیرے عہدِ سلطنت میں دنیا کے دردمندوں کو یاد کیا اور آسمان سے اپنے مسیح کو بھیجا۔" (ص۱۳)

(ب) "اس نے اپنے قدیم وعدہ کے موافق جو مسیح موعود کے آنے کی نسبت تھا آسمان سے مجھے بھیجا ہے تا میں اس مردِ خدا کے رنگ میں ہو کر جو بیت اللحم میں پیدا ہوا اور ناصرہ میں پرورش پائی حضور ملکہ معظمہ کے نیک اور بابرکت مقاصد کی اعانت میں مشغول ہوں۔ اس نے مجھے بے انتہا برکتوں کے ساتھ چھوا اور اپنا مسیح بنایا تا وہ ملکہ معظمہ کے پاک اغراض کو خود آسمان سے مدد دے۔" (ص۱۰)

(ج) "تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا پرہیزگاری اور پاک اخلاق اور صلحکاری کی راہوں کو دوبارہ دنیا میں قائم کر دوں۔" (ص۱۵-۱۶)

کیا جو مامور پرہیزگاری، پاک اخلاق اور صلحکاری کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کے طریق پر دوبارہ قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہو اس کے متعلق یہ کہنا جائز ہے کہ اس نے اپنا مقصد "خلقِ خدا کی اصلاح" قرار نہیں دیا؟ کیا مسیح ناصری علیہ السلام کا بھی مقصد "خلقِ خدا کی اصلاح" نہ تھا؟ لوگو! بات کرتے وقت کچھ تو خوفِ خدا کیا کرو۔

ملکہ وکٹوریہ کے لئے ادب و احترام کے سلسلہ میں سرسید احمد خاں صاحب کے الفاظ ذیل قابلِ توجہ ہیں لکھا ہے:-

"بے شک ہماری ملکہ معظمہ کے سر پر خدا کا ہاتھ ہے۔ سب ملک میں یہ حکم اشتہار الہام سے جاری ہوا ہے۔" (کتاب اسباب بغاوت ہند)

خود اہلحدیث گروہ کے ایڈریس بحضور فیض گنجور ملکہ وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن و قیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا" (جو اسی اشاعت میں ص۲۶ پر نقل ہوا ہے) کا ہر ہر لفظ قابلِ غور ہے۔

(۸)

اہلحدیث اخبارات نے عام مسلمانوں کو اکسانے کیلئے ایک یہ اعتراض بنا رکھا ہے کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے ہمدردی نہیں یہ مسلمانوں کی ہزیمت اور انگریزوں کی فتح پر خوش ہوتے رہے ہیں۔ یہ سراسر باطل اعتراض ہے۔ احمدی کیلئے تو شرائطِ بیعت میں یہ داخل ہے کہ "عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔" علماء کے فتاویٰ تکفیر پر بھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا تھا

اے دل تو نیز خاطرِ اینان نگاہ دار
کآخر کنند دعویٔ حبِّ پیمبرم

احمدیوں کو یہ دعا سکھلائی گئی ہے اللّٰھم اصلح امۃ محمد۔ پس احمدی اپنے مسلمان بھائیوں کی ہزیمت پر خوش نہیں ہو سکتے البتہ فتنہ و فساد کے مٹنے پر اور حکومت کی طرف سے امن کے قیام پر سب کو خوشی ہوتی ہے۔ مدیر ترجمان حدیث کے شاعرِ رسول مولانا ظفر علیخان" تو حکومتِ برطانیہ کی مدح میں قصیدے گاتے رہے ہیں +

سُورۃ المائدۃ ع

البَیَان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا

یقیناً ہم نے ہی تورات کو نازل کیا تھا اس میں ہدایت اور روشنی ہے ۔ اسی تورات کے ذریعہ وہ

النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ

نبی بھی فیصلہ فرمایا کرتے جو (اسکے) تابع و فرمانبردار تھے ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے الٰہی روحانی علماء

وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ

اور فقہاء بھی (فیصلہ کیا کرتے تھے) کیونکہ ان لوگوں کو اس کتاب کی حفاظت پر مقرر کیا گیا تھا اور وہ اسکے

شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا

نگران تھے ۔ پس تم لوگوں سے مت ڈرو ۔ مجھ سے ہی ڈرو میری آیات کے ذریعہ

تفسیر ۔ اس رکوع کی پہلی آیت میں یہ صراحت ہے کہ انبیاء علیہم السلام ربانی علماء اور عالم فقہاء یہودیوں کے لئے تورات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ۔ ان کے بعد آنے والے بہت نبی بھی اسی تورات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے ان نبیوں کی علیحدہ شریعت اور کتاب نہ ہوتی تھی ۔ ان نبیوں کے لئے الّذین اسلموا کا لفظ خاص طور پر قابل غور ہے کہ وہ نبی فرمانبردار تھے ۔ ظاہر ہے کہ اسجگہ عام معنوں میں نبی کے مسلمان ہونے کا تذکرہ مقصود نہیں ہو سکتا ۔ اسجگہ اس وصف کا یہی مطلب ہے کہ وہ نبی تورات کی شریعت کے تابع تھے وہ خود نئی شریعت لانے والے نہ تھے ۔ اس آیت سے یہ مسئلہ بالبداہت ثابت ہے کہ ہر نبی کے لئے نئی شریعت لانا ضروری نہیں گویا انبیاء دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) تشریعی نبی جو نئی شریعت لاتے ہیں جیسے

آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

کے پیچھے آخر میں عیسیٰ بن مریم کو تورات کی پہلی تعلیمات کے لئے بطور مصدق مبعوث

مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ

فرمایا - اسے انجیل (خوشخبری) دی - اس میں ہدایت اور روشنی ہے -

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى

درآنحالیکہ یہ (انجیل) اپنے سے پہلے تورات کے بیانات کی تصدیق کرنے والی ہے اور

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ○ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ

متقیوں کے لئے ہدایت اور وعظ ہے - چاہیئے کہ انجیل والے اس کے مطابق فیصلہ کریں

بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ

جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمایا ہے - جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کے موافق فیصلہ نہیں کرتے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ

وہ فاسق ہوتے ہیں - اب ہم نے اے رسول! تیری طرف یہ کامل کتاب

اور اہم ترین پیغمبر ہیں۔ انجیل کے معنے خوشخبری اور بشارت کے ہیں۔ حضرت مسیح ایک طرف تو تورات کے مصدق تھے اور دوسری طرف یہود کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم البعثت کی خوشخبری دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسی لئے وہ کتاب انجیل قرار پائی۔ تورات و انجیل کے محرف ہونے کے باوجود آج بھی ان میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں واضح بشارات موجود ہیں۔ اگر یہودی اور عیسائی انصاف کی راہ سے ان بشارتوں پر غور کریں تو انکو [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و راستباز نبی ماننے میں کوئی دقت نہیں ہے۔

چوتھی آیت میں وَلْيَحْكُمْ [illegible]

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible]

اور فسق ہے۔ اناجیل کی ایک مشہور [illegible]

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ

اٹل تعلیمات کے ساتھ اس حالت میں نازل کی کردہ اپنے سے پہلے کی ہر کتاب کی مصدق ہے اور

مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

ان سب کی محافظ و نگران ہے پس تو اب اللہ تعالیٰ کے نازل فرمودہ کے مطابق ان سب لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ

اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر اس صداقت اور حق کو چھوڑ کر جو تیرے پاس آچکا ہے - ہم نے تم میں سے

جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

ہر ایک کے لئے قانون اور طریقِ زندگی مقرر کر دیا ہے - اگر اللہ تعالےٰ چاہتا

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ

تو تم سب کو (جبراً) ایک اُمّت بنا دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا تا کہ وہ تم سب کو اپنی دی ہوئی نعمتوں کے

اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا

بارے میں آزمائے پس تم نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو - اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہوگا

پانچویں آیت میں قرآن مجید کو کتب سابقہ کے لئے مُصدّق بھی قرار دیا کہ وہ انکی پیشگوئیوں کے مطابق نازل ہوا ہے اُن کی موجود صداقتوں کی تصدیق کرنیوالا ہے - ساتھ ہی اسے مُهَيْمِن بھی فرمایا ہے یعنی وہ نگران ہے - دوسری کتابیں تو آئے دن بدلتی جائیں گی، ان کی تعلیمات کا صحیح پتہ صرف قرآن مجید سے لگ سکے گا جو فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کا مصداق ہے - یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرآن مجید کے مطابق یہود و نصاریٰ اور دیگر اقوام کے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارشاد ہوا ہے یہ درست ہے کہ اپنے اپنے وقت پر ہر قوم میں تعلیم شریعت اور طریق عمل کی تلقین کی گئی تھی - شِرْعَةً اللہ کی طرف سے نازل شدہ احکام - مِنْهَاجًا نبی کے ذریعہ سے قائم ہونیوالی سُنّت - گزشتہ قوموں نے احکام میں بھی تبدیلی کر لی اور سنّت کو بھی بدل دیا نتیجہ یہ ہوا کہ سابقہ کتب بے ثمر ہو گئیں اور زندہ، کامل اور محفوظ کتاب قرآن مجید کی ضرورت واقع ہوئی تا لوگ نیکیوں کو حاصل کر سکیں۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَأَنِ احْكُمْ

پھر وہ ان معاملات کے متعلق تمہیں مطلع کرے گا جن کے بارے میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو۔ اے رسول! (یہ تاکیدی حکم ہے کہ) تو ان

بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ

کے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کر　　اور ان کے غلط خیال اور ہوائے نفس کی پیروی نہ کر اور اس بات

احْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ

سے چوکس رہ کہ وہ کہیں تجھے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض احکام کے بارے میں فتنہ میں نہ ڈالیں۔ اگر وہ (تیرے فیصلہ حق سے)

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ

پیٹھ پھیر لیں تو تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں کی سزا میں انہیں مبتلائے مصیبت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ

اور ان لوگوں میں سے کثرت بدعہد اور نافرمانوں کی ہے۔　　کیا یہ لوگ جاہلیت کے طریق پر فیصلہ کے طلبگار ہیں

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ ع ۱۱

حالانکہ اہل یقین و ایمان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس آیت میں وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً سے یہی مراد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جبر کا طور پر لوگوں کو دین پر قائم کرنا چاہتا تو وہ آج سب کو کامل سچے دین پر جمع کر دیتا مگر اس نے دین کے بارے میں جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ اس کا دائمی قانون ہے۔

چھٹی آیت میں پھر تاکید فرمائی ہے کہ بیشک کتب سابقہ میں ہدایت و نور کے کچھ حصے ہیں مگر اب قابل عمل اور مثمر ثمرات شریعت صرف قرآن مجید ہے اسلئے اس پر عمل کیا جائے اور اسی کے مطابق فیصلے ہوا کریں۔ اہل کتاب کو اس بارے میں اپنی کسی سازش میں کامیاب ہونے دیا جائے۔

ساتویں آیت میں قرآن مجید کو چھوڑ کر اور طریق اختیار کرنے کا نام اللہ تعالیٰ نے جاہلیت قرار دیا ہے۔ اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو ہی مانتے ہیں اور اسی کو اچھا اور بہتر یقین کرتے ہیں ✦

"مضمون بالا رہا" جلسہ مذاہب میں تائید غیبی کا ظہور!

حضرت مہدی آخر الزمان کی ایک معرکۃ الآراء خصوصیت "سلطان القلم" ہونا

(از محترم چوہدری عبد السلام صاحب اختر ایم۔اے)

وہ موعودِ جہاں جو صاحبِ ابرِ کرم بھی ہے
اُسی موعود کا اک نام "سلطان القلم" بھی ہے
طلسمِ بیکراں کا حکم رکھتی ہے نوا اُس کی
اُتر جاتی ہے دل میں خود بخود آ کر صدا اُس کی
حدیں افلاک کی ذوقِ نظر سے ملتی جاتی ہیں
شعور و حکمت و دانش کی کلیاں کھلتی جاتی ہیں
اسے حسنِ ادب کے شاہ پاروں کی جلا کہئیے
کہ اس کی تابشِ تحریر کو دل کی غذا کہئیے
قلم کا سحر یوں قلب و نظر پر چھاتا جاتا ہے
کہ ہر جملہ معارف کے خزائن لاتا جاتا ہے
اُسی تحریر کے انوار کا اک ماجرا سُنئیے!
ہے جس کا آج تک بھی اعترافِ برملا سُنئیے!
ہُوا اس ملک میں ہر سمت اس اعلان کا چرچا
کہ ہو گا اک عظیم الشان جلسہ کُل مذاہب کا
ہر اک ملت ہر اک فرقے کے دعویدار آئیں گے
دلائل جو ہیں ان کے سلسلے کے وہ اک بار آئیں گے
رموزِ اخروی ہوں گے بیاں۔ طرزِ بیاں اپنی
کتب ہوں گی سماوی اور وضاحت کی زباں اپنی

بتائیں گے کہ آخر زندگی کا مدعا کیا ہے؟
اِس عالم کی غرض کیا ہے۔ فنا کیا ہے بقا کیا ہے؟
یہ نیکی اور بدی کی کشمکش جاری ہے کیوں اب تک؟
فرازِ عقل پر ذوقِ جنوں طاری ہے کیوں اب تک؟
نہیں گر کوئی محبوبِ ازل تو آہ و زاری کیوں؟
اُٹھا کرتی ہے اکثر دل میں اک موجِ بےقراری کیوں؟
اِس عمرِ مختصر۔ دورِ بلا کے بعد ۔ کیا ہوگا؟
یقینی ہے فنا لیکن فنا کے بعد ۔ کیا ہوگا؟

بالآخر وقت آیا ملتوں کے باکمالوں کا
بتا لائیں ہر اک مذہب کے عالی خیالوں کا!
بہت سے پیر، پنڈت، اہلِ عقل و اعتبار آئے
بڑے عالی تبار آئے۔ بڑے گردوں وقار آئے
ہر اک نے پرچم فکر و خرد کی ترجمانی کی
عقائد کے مطابق ہمّتِ عقدہ کشائی کی
پھر آئی بزم میں اُس صاحبِ الہام کی باری
مسیحِ پاک یعنی داعیٔ اسلام کی باری
ہُوا وہ پیش مضمون جو تھا امرِ حق سے لکھوایا
کہ روحانی بصیرت کا تھا جو انمول سرمایہ
وہ مضمون جو کہ دل میں خود بہ راہِ مستقیم آئے
اُسے پڑھنے جناب مولوی عبدالکریم آئے

یہ آفاقی اثر تھا یا کرشمہ خوش بیانی کا
کہ بھولے طنطنہ - اہلِ زباں - اپنی روانی کا
فسونِ محویت تھا - یا کہ بیخود بزم تھی ساری
کمالِ وجد کا عالم تھا ہر اک روح پر طاری
یہ بانگِ دل نوائے جانفزا معلوم ہوتی تھی
جو سنتا تھا اُسے دل کی صدا معلوم ہوتی تھی!
سمائے جب نہ حدِ وقت میں انوارِ روحانی
خرد کی وسعتوں پر چھا گیا - الہام کا پانی
تو تکمیلِ ندائے فطرتِ مسنون کی خاطر
بڑھا جلسے کا اک دن اور اس مضمون کی خاطر
ہوا ثابت کہ قبضے میں خدائی ہو نہیں سکتی!
صدائے آسماں کی ہم نوائی ہو نہیں سکتی!
بجز اذنِ مشیت آدمی کچھ پا نہیں سکتا
پرے سورج سے اُڑ کر کوئی ذرہ جا نہیں سکتا

صدا دیتی ہے فطرت - ترک کر دو دل کے گندوں کو
"اُسی کے عشق کو ڈھونڈو - جلا دو سب کمندوں کو"

ضروری استفسار!

مولوی ظفر علی خان صاحب مدیر "زمیندار" اپنے روزنامہ "ستارہ" لاہور کی پیشانی پر حروف جلی یہ شعر شائع کرتے رہتے ہیں:-

تم نے سیم و زر فدا و دولت برطانیہ ہو
سما جس میں جناب قیصر ہند اپنا جان نثار

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ مولوی ظفر علی خان دولت برطانیہ کے آلۂ کار رہے ؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سفر کنعان سے ہند تک

"اپالونی اُس" کے سوانح حیاۃ کا جائزہ

(محترم شیخ عبد القادر صاحب لاہور)

انیسویں صدی کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحقیق دنیا کے سامنے پیش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ گہری بے ہوشی کی حالت میں صلیب سے اتارے گئے۔ مرہم عیسیٰ کے ذریعہ ان کے زخم اچھے ہو گئے۔ صحت مند ہو کر آپ نے کنعان کو خیر باد کہا ——— بالآخر آپ ہندوستان کے شمال مغرب میں آ گئے۔ یہاں بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ کا بڑا حصہ بسا ہوا تھا۔ ان میں تبلیغ و ہدایت کے لئے برسرِ عمل رہے۔ ایک سو بیس سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی اور سرینگر محلہ خانیار میں مدفون ہوئے۔

اس عظیم تحقیق کے لئے آپ نے ایک کتاب

"مسیح ہندوستان میں"

کے نام سے تحریر فرمائی۔ اس میں آپ نے یہ بھی واضح کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سوانح دوسرے مصلحین کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔ مثلاً بدھ لٹریچر میں گوتم بدھ کی طرف نسبت دیدی گئی۔ اسی طرح حضرت مسیح کا سراپا بدھ میں مدغم ہو گیا۔

اس کتاب کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحیفہ یوز آسف سے بھی یہ امر واضح کیا کہ حضرت مسیح یوز آسف کے نام سے کشمیر میں مدفون ہیں۔ اس صحیفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوانح ایک بدھ ولی کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔ یوز در اصل یسوع ہے اور آسف آپ کا لقب تھا جس کے معنے ہیں "اکٹھا کرنے والا"۔ آپ چونکہ اپنے منتشر گلّہ کو جمع کرنے والے تھے اسلئے "یسوع آسف" کہلائے۔

یوز آسف کو بدھ مت والوں نے "بودا سف" کر دیا اور ان سوانح کو ایک بدھ ولی کی طرف نسبت دے دی گئی۔

بیسویں صدی میں بعض علماء نے توجہ دلائی کہ مغرب میں آج سے اٹھارہ سو سال پہلے ایک کتاب لکھی گئی جس میں ایشیائے کوچک کے ایک جوگی درویش کے حالاتِ زندگی درج ہیں۔ یہ شخص ساری زندگی گھومتا رہا۔ ہندوستان کا سفر بھی کیا۔ اس کے سوانح حیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعاتِ زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ قرونِ

اولیٰ میں حضرت مسیح کے بعض حالات اس درویش کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔

۱۔ اس کی پیدائش حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح مسیحی کیلنڈر سے چار سال پیشتر ہوئی۔

۲۔ ولادت سے پیشتر اس کی والدہ کے سامنے دیوتا ظاہر ہوا۔ دیوتا سے اس نے دریافت کیا کہ میرے بطن میں کیا ہے؟ جواب ملا کہ خود دیوتا جنم لینے والا ہے۔ گویا ایک عظیم الشان بچے کی پیدائش کی بشارت دی گئی۔

۳۔ پیدائش کے موقع پر بعض معجز نما واقعات رونما ہوئے۔

۴۔ "اپالونی اس" خود کو "فرزند اپالو" کہتا تھا گو لوگ اُسے ذیوس دیوتا کا بیٹا سمجھتے تھے گویا "اپالونی اس" ذاتی نام نہیں بلکہ صفاتی معلوم ہوتا ہے۔ ابن اللہ کا بدل ہے۔

۵۔ بچپن میں وہ حد درجہ ذہین تھا۔ شعور کی قوت سے معمور۔ عجیب و غریب باتیں کرتا تھا۔ بہت خوبصورت تھا۔

۶۔ جوانی میں اس سے معجزات کا صدور ہونے لگا۔ بیماروں کو توجہ روحانی سے اچھا کر دیتا۔ ایک لڑکی جو کہ "موت کی نیند" سوئی ہوئی تھی اس کی توجہ سے زندہ ہو گئی۔ مصنف نے اشارہ کیا ہے کہ وہ مری نہیں تھی بلکہ گہری بے ہوشی یا سکتہ کے عالم میں تھی یا عمل تنویم کے نتیجہ میں سوئی ہوئی تھی (انجیل متی ۹/۱۸ میں اسی قسم کا واقعہ درج ہے)

۷۔ اس نے معلوم دنیا کا سفر کیا۔ انطاکیہ یعنی شام بھی گیا۔ اعمال الرسل میں ہے کہ انطاکیہ وہ جگہ ہے جہاں نصاری پہلی دفعہ "مسیحی" کہلائے۔

۸۔ اب اس نے بلادِ شرقیہ کے سفر کا فیصلہ کیا خصوصاً ہندوستان جانے کے لئے کمر بستہ ہوا۔ جب وہ شام سے سفر کرتا ہوا نینوا میں پہنچا تو اس کی ملاقات ڈامس (ٹامس؟) سے ہوئی جو کہ اس کا شاگرد، ہمسفر اور ترجمان بن گیا۔ ڈامس بڑا وفادار شاگرد ثابت ہوا۔ سائے کی طرح اپنے آقا کے ساتھ رہا۔

۹۔ نینوا سے اپالو اور ڈامس بابل پہنچے۔ ارد گرد کے بلاد میں پھرتے پھراتے ہندوستان کا رُخ کیا۔ کوہ ہندوکش کے علاقہ میں آئے اور درۂ خیبر کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ ایک راہنما انہیں اٹک کے علاقہ میں یعنی ٹیکسلا لے گیا۔ سندھ کی ندیوں کو پار کرنے کے بعد گنگ و جمن کی وادیوں میں داخل ہوئے۔ یہاں اپنا کا سفر اختتام پذیر ہوا۔

۱۰۔ ہندوستان میں "اپالونی اس" برہمن اور بدھ علماء و حکماء کو ملا۔ ان کے علم و حکمت سے

بہت متاثر ہوا۔ بہت سے اسرار و رموز
وہاں اس نے سیکھے اور شفایابی کے مظاہرے
دیکھے۔

۱۱۔ اب واپسی ہوتی ہے۔ یہ سفر جہاز میں کیا۔
سندھ سے ہو کر فرات کے دہانہ تک
آئے۔ پھر بابل، نینوا، انطاکیہ، افسس
بہت سے بلادِ مغرب میں گھومتے ہوئے
روم میں آئے۔ روم میں اپالو کو بغاوت
کے الزام میں زندان میں ڈال دیا گیا۔
ایک دیوتا نے رہائی بخشی۔

۱۲۔ روم سے نیرو کے حکم پر فلاسفر جلاوطن
کر دیئے گئے۔ اپالو وہاں سے نکل کر سپین
چلا گیا۔ وہاں سے افریقہ و سسلی سے ہوتا
ہوا یونان میں آیا۔ روڈس سے سکندریہ
میں گیا۔ وہاں کے لوگوں نے اسے دیوتا
بنا لیا۔ نیل کے ذریعہ ایتھوپیا آیا۔ وہاں
سے طرسوس اور پھر مصر میں وارد ہوا۔
الغرض بہت سے بلاد و امصار میں پھرتا رہا۔

۱۳۔ بالآخر وہ لاپتہ ہو گیا۔ بہت بڑھاپے میں
اس کا انتقال ہوا شاید سو سال کی عمر میں۔

۱۴۔ مصنف لکھتا ہے کہ میں نے ساری دنیا دیکھی
ہے جہاں بھی گیا "اپالونی اس" کی باتیں سنیں۔
اس کے "الہامی اقوال" زبان زدِ خلائق
تھے۔ اسے مغرب میں لوگ دیوتا سمجھتے۔
الوہی صفات اس کی طرف منسوب ہوئیں

اس کے نام پر معابد بنائے گئے۔ بادشاہوں
نے اس کی عزت و تکریم کی۔

۱۵۔ "سوانح اپالونی اس" کے مصنف کا نام
فلاسٹریٹس (PHILOSTRATOS) ہے۔
رومی ملکہ کے ارشاد پر ۲۱۶ عیسوی میں اس
نے یہ حالات جمع کئے۔ مصنف لکھتا ہے کہ
"اپالونی اس" کے سوانح بہت مشہور رہیں۔
ان میں سے ایک کو میں نے پیشِ نظر رکھا
ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کہانی کا ماخذ ڈامس
کا سفرنامہ ہے لیکن وہ ناقص زبان میں
تھا میں نے نئے اسلوب سے دوبارہ
ترتیب دیا ہے۔ اسی طرح اسکے پیشِ نظر
خود "اپالونی اس" کے خطوط بھی تھے جو کہ
اس نے سفر کے دوران لکھے۔
الغرض یہ کتاب اٹھارہ سو سال سے یونانی
زبان میں دستیاب ہے جو یونان کے ادبیات قدیمہ
کا شاہکار ہے۔

(۲)

جے۔ ایم۔ رابرٹ نے ۱۹۱۲ء میں یہ تحقیق
پیش کی کہ "اپالونی اس" کے روپ میں حضرت مسیح
علیہ السلام کی شخصیت چھپی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو:۔
Antiquity un-
veiled oriential
Publishing company
Philadelphia by

Roberts, J. M.
انسائیکلو پیڈیا ریلیجن اینڈ ایتھکس میں
سوانح "اپالونی اس" پر مبسوط مقالہ قابل دید ہے
اس میں بھی لکھا ہے کہ اس افسانہ میں یسوع مسیح کے
مدمقابل ایک شخصیت کو ابھارا گیا جن کے حالات
ملتے جلتے ہیں۔
"ڈکشنری آف کرسچین بیوگرافی" کے نام سے
ولیم سمتھ نے انسائیکلو پیڈیا مرتب کی اس میں بھی
Apollonius پر ایک طویل مقالہ لکھا گیا۔
مقالہ نویس نے تسلیم کیا ہے کہ عیسائیت کا اثر ختم
کرنے کے لئے بیگن علماء نے حضرت مسیح کے بعض
حالات قرن اول کے ایک درویش فلاسفر کی
طرف منسوب کر دیئے۔
انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، چیمبرز، کولیر
انسائیکلو پیڈیاز میں اس فلاسفر پر نوٹ قابل ذکر
ہیں۔ فی الجملہ تحقیق یہ ہے کہ یہ ایک افسانوی کردار
ہے اس کے پردے میں حضرت مسیح کے بعض حالات
بیان ہوئے ہیں۔

(۳)

حال ہی میں ایک کتاب
Spacemen in the
Ancient East
کے نام سے لندن میں شائع ہوئی ہے اس کتاب کے مصنف
W. Raymond Drake
ہیں۔ صاحب موصوف اس کتاب میں حضرت مسیح
علیہ السلام کی تاریخی شخصیت کے متعلق عصر حاضر کے
نظریات کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں آپ نے ان علماء
کے نظریہ کا بھی ذکر کیا ہے جو کہ صلیبی موت کے
قائل نہیں بلکہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح ہندوستان
میں ہجرت کر گئے تھے۔ لکھتے ہیں :-
"بعض علماء اس نظریہ کے حامل
ہیں کہ حضرت مسیح صلیب سے زندہ
اتار لئے گئے تھے۔ وہ واقعہ صلیب
کے بعد روم بھی گئے اور ہندوستان
میں جا کر فوت ہوئے۔"
اسی تسلسل میں لکھتے ہیں :-
"ایک مدلل استدلال یہ بھی پیش
کیا گیا کہ تاریخی مسیح دراصل "اپالونی اس"
ہے۔ اپالونی اس ایک عظیم روحانی استاد
تھا۔ آج سے انیس سو سال پیشتر وہ
ساری معلوم دنیا میں گھوما پھرا۔ اس
سے معجزات کا صدور ہوا، اس نے
بیماروں کو اچھا کیا، مُردوں کو زندہ
کیا۔ اس کے نام پر بادشاہوں نے
معبد بنوائے اور الوہیت کے
سنگھاسن پر اسے بٹھایا۔" (باب اول)
ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ جس طرح مشرق
میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات زندگی ہندوستان
میں پیدا ہونے والے ایک بدھ ولی کی طرف منسوب
کر دیئے گئے جو کہ بلادِ ہند میں تبلیغ و ارشاد کے بعد

کشمیر میں فوت ہو کر وہیں دفن ہوا۔ اسی طرح مغرب میں رومی علماء نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بعض سوانح "تیانا" (ایشیائے کوچک) کے ایک درویش کی طرف منسوب کر دیئے۔ اپالو کے حالات میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

"اپالونی اس" کے شاگرد اور ہمسفر کا نام ڈامس ہے۔ نینوا میں ڈامس اس سے ملا۔ وہ بلادِ مشرقیہ کے اسفار میں اپالو کے ہمراہ رہا۔ سفرنامہ اسی نے مرتب کیا۔ اپالو کے اقوال بھی اسی نے جمع کئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگرد کا نام توما (ٹامس) تھا۔ توما کو حضرت مسیح نے ہندوستان بھیجا بعد میں خود بھی اسی سفر پر روانہ ہو گئے۔ راستہ میں توما اور حضرت مسیح اکٹھے ہو گئے۔

توما نے ہندوستان سے اڈیسہ و نصیبین کی کلیسیا کو خطوط لکھے جن کی مدد سے "اعمال توما" مرتب ہوئے۔ اعمال توما میں ہندوستان کی تبلیغی مہمات کا ذکر ہے۔ توما نے حضرت مسیح کے ۱۱۴ اقوال جمع کئے جس کی ایک جلد انجیل توما کے نام سے آثارِ مصر سے ملی ہے۔ قرائن بتاتے ہیں کہ اڈیسہ میں توما اور ان کے آقا کے سفرِ ہندوستان کی داستان مرتب ہوئی۔ اسی داستان کے بچے کھچے آثار اعمال توما، انجیل توما، غزلاتِ سلیمان نام کے صحائف میں آج بھی موجود ہیں۔ اڈیسہ فرات کے مشرق میں سریانی کلیسیا کا مرکز تھا جبکہ اپالو فرات کے مغرب میں پیدا ہوا۔

اپالو کا مولد "تیانا" اڈیسہ کے مشرق میں واقع ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے اصل حالات سریانی لٹریچر کی مدد سے مغرب میں پہنچے ان میں آپ کو "سیاح نبی" کے روپ میں پیش کیا گیا۔ بعد میں آپ کے یہی اسفار جو کہ توما (ٹامس) کے ہمراہ کئے گئے اپالو اور ڈامس کی طرف منسوب ہو گئے۔

مغرب میں اس قسم کی جعلسازی عام تھی۔ بابل کے حکیم احیقار کے حالات اور اقوال حکمیہ یونان کے حکیم ایساپ سے منسوب کر دیئے گئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام اور توما کے سریانی سوانح حیات اپالو کا جزو بن گئے جس طرح ایساپ کے وقائع اور حکمت کے آئینہ میں حکیم احیقار کی شخصیت نظر آتی ہے اسی طرح اپالو کے سوانح میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نامعلوم زندگی کی جھلکیاں ہمیں ملتی ہیں

(۴)

آخر میں نصیبین و اڈیسہ کے قدیم لٹریچر کا تعارف بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ مصر کے آثار سے ملنے والی انجیل توما میں لکھا ہے کہ یعقوب حواری کو امیر مقرر فرما کر خود حضرت مسیح دور کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ یہ انجیل اڈیسہ میں مرتب ہوئی۔ قرنِ اول کے سریانی عیسائیوں کی نظمیں "غزلاتِ سلیمان" کے نام سے ملی ہیں۔ زیادہ تر نظموں میں حضرت مسیح دنیا سے مخاطب ہیں۔ ان کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے منہ سے

بچایا ئیں نے اپنے وطن کو چھوڑ دیا منتشر گلّہ کو جمع کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا ۔ یں ایک ایسی جگہ پہنچا جو کہ جنتِ عدن کا نمونہ ہے وہاں میں نے بسیرا کر لیا ۔ اس نظم میں جس جنت نظیر مقام کا ذکر ہے اس سے مراد کشمیر ہے ؟ یہ امر قابلِ غور ہے ۔

دوسری صدی کی کتاب "بارہ حواریوں کی تعلیمات" کلیسیائے ایڈیسہ کی تحویل میں تھی ۔ اس میں لکھا ہے کہ توما نے ہندوستان سے خطوط لکھے جن میں تبلیغی مہمات کا ذکر ہے ۔

اسی کلیسیا نے اعمالِ توما کے نام سے ایک کتاب مرتب کی اس کا موجودہ نسخہ محرّف و مبدّل ہے ۔ مروّجہ نسخہ میں لکھا ہے کہ توما ٹیکسلا کے بادشاہ گنڈوفارس کے عہدِ حکومت میں تبلیغ کرتے رہے وہاں سے جنوبی ہند چلے گئے حضرت مسیح بھی ہندوستان میں ظاہر ہوئے فرمایا توما میں تمہارے ساتھ ہوں ۔ جارج مور لکھتے ہیں کہ سُریانی کلیسیا میں اس قسم کی کہانی مشہور تھی کہ حضرت مسیح صلیب سے بچ کر ہندوستان روانہ ہو گئے ۔ اسی روایتِ قدیم کو پھیلا کر اس نے ایک ناول ترتیب دیا ۔ الغرض ایڈیسہ اور نصیبین کی سُریانی کلیسیا نے جو لٹریچر پیدا کیا حیاۃ اپالو میں اس کی خوشہ چینی کی گئی ۔

(۵)

قرونِ اولیٰ میں یوز آسف کی کہانی مشرق و مغرب میں مشہور اور زبان زدِ خلائق تھی ۔ اس کہانی کے تراجم دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں قرونِ وسطیٰ میں ہو چکے تھے ۔ یوز آسف کے اقوال لوگوں کی زبانوں پر تھے ۔ مصنّف لکھتا ہے کہ میں نے خود گھوم پھر کر دنیا دیکھی ہے میں جہاں بھی گیا " اپالونی اس " کے الہامی اقوال لوگوں سے سُنے ۔ " اپالونی اس " اور یوز آسف میں قدرِ مشترک قابلِ غور ہے ۔

(۶)

ایک مشہور سیّاح نکولس نوٹووچ کو تبت کی خانقاہوں سے بھوج پتّر پر لکھے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کے سفرِ ہندوستان کے حالات دستیاب ہوئے ۔ یہ حالات اپالو کے حالات سے حد درجہ مشابہ ہیں ۔

الغرض سوانح اپالو کا ایک حصّہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نامعلوم زندگی کا آئینہ دار ہے ۔

کتاب " مسیح ہندوستان میں " میں ایک اشارہ ہے کہ چالیس سال بعد حضرت مسیح علیہ السلام واپس لوٹے اور کنعان میں آئے ۔ " اپالونی اس " کی واپسی اس اشارہ کی تفصیل ہے ۔ بہرکیف یہ امر ابھی تشنۂ تحقیق ہے +

امریکن عیسائیوں کی رُوحانی بدحالی!

(از جناب ڈاکٹر برکت اللہ صاحب امریکہ)

رُوحانی کتابوں کا فقدان

عیسائیوں کے ہاں روحانی کتابوں کا فقدان ہے۔ یسوع نے کوئی کتاب دنیا کے سامنے پیش نہیں کی۔ نہ ہی یسوع نے اپنی زندگی میں اپنے واقعات وحالات محفوظ کرائے لیکن بعد میں مؤلفین نے کئی کتابیں لکھیں۔ ہر ایک کو "انجیل" کہا گیا۔ ان میں سے چار بطور "نیا عہد نامہ" سامنے آئیں لیکن تحریف و تبدل کا شکار رہیں۔ نئے عہد نامے کے ساتھ ساتھ "پرانا عہد نامہ" بھی مترجمین کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس طرح بائیبل روحانی طور پر عیسائیوں کی راہنمائی کرنے سے قاصر ہے۔

بائیبل میں ایسے قصے ہیں کہ ان کتابوں کے "تقدس" کے باوجود بعض حصے باپ اور بیٹی ایک جگہ بیٹھ کر مطالعہ نہیں کر سکتے۔ بائیبل کے شجرہ نسب کے لحاظ سے یسوع کی بعض "دادیوں" اور "نانیوں" کا ذکر نہایت شرمناک طریق سے کیا گیا ہے۔ اس طرح عیسائیوں کے سامنے کوئی مثالی روحانی معیار نہیں جسے مدنظر رکھ کر وہ اپنی زندگی روحانی بنا سکیں۔

پردہ کا فقدان

عیسائیوں کے ہاں لڑکے لڑکیوں کے آزادانہ اختلاط کی وجہ سے حیا کا وہ معیار قائم نہیں ہو سکتا جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ عیسائیوں کے ہاں یہ معیار گرتے گرتے بہت شرمناک حد تک پہنچ گیا ہے۔ کالج کے لڑکے لڑکیوں کے ایک جگہ رہنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ عورت کی شادی کے وقت کنوارہ ہونے کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔

امریکہ کی عدالت میں ایک جج نے جیوری کو ہدایت دیتے وقت بتایا کہ جرائم کی رفتار اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ساری قوم کو ہر گھنٹہ سترہ لاکھ ڈالر کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ نیز یہ کہ ملکی طور پر جرائم میں گزشتہ پانچ سالوں میں ۸۸ فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور اب پانچ شدید نوعیت کے جرائم کا ارتکاب ہر منٹ ہوتا ہے۔ ہر گھنٹہ قتل

کی ایک سے واردات وقوع میں آتی ہے۔ کار ہر منٹ چرائی جاتی ہے اور ہر ۲۴ سیکنڈ میں ڈاکہ پڑتا ہے۔ بد اخلاقیوں کی کوئی انتہا نہیں۔

پادریوں کا عمل

اکثر پادری چرچ کے پیش کردہ خدا سے اکتا گئے ہیں اور ان کی اپنی زندگی میں روحانی قدریں مٹ رہی ہیں۔ بعض پادری تو شراب ایسے پیتے ہیں جیسے سوڈا واٹر کی بوتل۔ ان کے نزدیک شراب کو برا سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ بائیبل میں یہ تعلیم موجود ہے۔ اکثر سگریٹ بھی پیتے ہیں اور سیگار بھی۔ اب تو بعض نشہ آور اشیاء کے استعمال تک پہنچ گئے ہیں۔

ایک پادری نے "شیطان کا چرچ" قائم کیا ہے جہاں ننگی عورت کے بُت کے پاس بپتسمہ دیتا ہے۔ بہت سے پادری اور ننّیں مظاہروں میں حصہ لینا معیوب نہیں سمجھتے۔ ایسے بھی ہوا کہ اگر کسی کو "فادر" کے سامنے کنفیشن کی ضرورت ہوئی تو وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے پادری کے پاس جیل خانے پہنچ گیا۔ پادریوں اور ننّوں کو بغیر شادی کے زندگی گزارنا روحانی لحاظ سے قابلِ نفرت نظر آ رہا ہے۔ بہت سے بیدار مغز پادریوں کو بائیبل میں قابلِ عمل تعلیم نظر نہیں آ رہی۔ ایک بشپ نے بڑی آزادی سے کہا کہ تثلیث کے عقیدہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ یسوع کا بغیر باپ کے پیدا ہونا کوئی معجزہ نہیں۔ اسی طرح بہت سے پادری عیسائیت سے بیزار ہو کر اور اکتا کر اپنے پیشے کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ اندازہ ہے کہ امریکہ میں ہر ماہ ۱۴۰ کے قریب پادری اور ننّیں اپنے آپ کو بائیبل کے پرچار سے الگ کر رہے ہیں اور ان کی جگہ نئے پادریوں اور ننوں کی تلاش میں مشکل پیش آ رہی ہے۔ ایک ادارہ بھی قائم ہوا ہے جو سابق پادریوں اور سابق ننوں کو قابلِ عزت زندگی گزارنے کے لئے موزوں ذریعہ معاش حاصل کرنے میں اعانت کرتا ہے۔

عیسائیوں کی اخلاقی قدریں گرانے میں ناچ کا بہت دخل ہے۔ ناچ اب چرچ کے اندر بھی آ رہا ہے اور عیسائیوں کی عبادت کا حصہ بن رہا ہے۔ امریکہ کے کارڈینل کشنگ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے ٹی وی پر کارڈینل کو عبادت کے وقت میوزک کے ساتھ ناچتا دکھایا جبکہ لوگ چرچ کے اندر بظاہر عبادت میں مشغول لیکن تالیاں بجا بجا کر اس ناچ سے حظ اٹھا رہے تھے۔

لنڈن کے ایک پادری کے متعلق پتہ چلا ہے کہ اس کے چرچ کی حاضری کم ہو رہی تھی تو اس نے ناچ کو عبادت کا حصہ بنا دیا اور اب حاضری میں اضافہ ہونے لگا ہے۔

خوراک

فلاسفر حکماء اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ظاہری خوراک کا انسان کی روحانی حالت پر بہت اثر

ہوتا ہے۔ عیسائیوں کی مرغوب غذا سؤر ہے جو بے حیائی میں کمال تک پہنچا ہوا ہے اور اس طرح عیسائیوں کی اخلاقی قدریں گرانے کا باعث ہو رہا ہے۔

عربی زبان میں یہ لفظ خِنْزِیْر ہے۔ کہ خِنْز اور آر سے مشتق ہے۔ خِنْز بمعنی "بہت فاسد" اور آر بمعنی "دیکھتا ہوں"۔ اس طرح لغوی طور پر اس جانور کے معانی ہیں "میں اسے بہت فاسد دیکھتا ہوں"۔ لفظ سُؤر ہندی میں سُو اور اَر سے مرکب ہے اور معانی کے لحاظ سے "میں اسے بُرا دیکھتا ہوں"۔ عبرانی لفظ بھی اس جانور کی گندگی پر دلالت کرتا ہے۔ امریکہ میں سیاہ فام لوگ سفید فام لوگوں کو نفرت سے سُؤر کہتے ہیں اور اسی طرح سفید فام سیاہ فام کو سؤر کہتے ہیں کہ نفرت پر دال ہے۔ اسی طرح جب پولیس میں نفرت کا باعث ہو تو اُسے بھی سُؤر کہتے ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی اصول کی فلاسفی میں اس جانور سے متعلق یوں تحریر فرمایا ہے:-

"ایک نکتہ اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ خنزیر جو حرام کیا گیا ہے خدا نے ابتداء سے ہی اس کے نام میں ہی حرمت کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ خِنْزِیْر کا لفظ خِنْز اور آر سے نکلا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ میں اس کو بہت فاسد اور خراب دیکھتا ہوں۔ خِنْز کے معنے بہت فاسد اور آر کے معنے دیکھتا ہوں پس اس جانور کا نام جو ابتداء سے خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو ملا ہے وہی اس کی پلیدی پر دلالت کرتا ہے اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ہندی میں اس جانور کو سُؤر کہتے ہیں۔ یہ لفظ بھی سُوء اور اَر سے مرکب ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کو بُرا دیکھتا ہوں۔ اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ سُؤر کا لفظ عربی کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ ہم نے اپنی کتاب منن الرحمٰن میں ثابت کیا ہے کہ تمام زبانوں کی ماں عربی زبان ہے اور عربی کے لفظ ہر ایک زبان میں نہ ایک دو بلکہ ہزاروں ملے ہوئے ہیں۔ سو سُؤر عربی لفظ ہے اسی لئے ہندی میں سُؤر کا ترجمہ بَد ہے۔ پس اس جانور کو بَد بھی کہتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں معلوم ہوتا کہ اس زمانہ میں جبکہ تمام دنیا کی زبان عربی تھی اس ملک میں یہ نام اس جانور کا عربی میں مشہور تھا جو خنزیر کے نام کے ہم معنی ہے۔ پھر اب تک یادگار باقی رہ گیا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ شاستری میں اس کے قریب قریب یہی لفظ متغیر ہو کر اور کچھ بن گیا ہو۔ مگر صحیح لفظ یہی ہے کیونکہ یہی

وجہ تسمیہ ساتھ رکھتا ہے جس پر لفظ خنزیر گواہ ناطق ہے۔ اور یہ معنے جو اس لفظ کے ہیں یعنی بہت فاسد' اس کی تشریح کی حاجت نہیں۔ اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اوّل درجہ نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیّوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور رُوح پر بھی پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی رُوح پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا۔ جیساکہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیا کی قوت کو کم کرتا ہے۔ اور دیّوثی کو بڑھاتا ہے۔ اور مُردار کا کھانا بھی اسی لئے اس شریعت میں منع ہے کہ مُردار بھی کھانے والے کو اپنے رنگ میں لاتا ہے اور نیز ظاہری صحت کے لئے بھی مضر ہے۔"

بائیبل میں بھی سُوٴر نفرت و حقارت کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ طالمود میں نفرت و حقارت کی وجہ سے سُوٴر کے لفظ کو استعمال کرنے کی بجائے "ایک دوسرے جانور" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ یہودیوں کو سوٴر سے بے انتہا نفرت تھی۔ ظالم غیر یہودی کبھی اپنے مغلوب غیر یہودیوں کو زبردستی سوٴر کھلاتے۔ یہودیوں کے ہاں نہ صرف اس کی پرورش قابلِ نفرت ہے بلکہ وہ اپنے دوسرے جانوروں کے ساتھ اسے رکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ سُوٴر ان کے نزدیک گندگی کا پلندہ ہے۔ سُوٴر تمام جانوروں سے زیادہ ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت ہے۔ یہ بہت جلد چربی چڑھا لیتا ہے کیونکہ ہر وقت کھاتا رہتا ہے اور جو کچھ اسے ملے کھا لیتا ہے حتّٰی کہ مُردار تک بھی بڑی رغبت سے کھا جاتا ہے۔ اہلِ یہود کے بیان کے مطابق ایک دفعہ سوٴروں میں ایک خاص بیماری پھیلی تو عوام کو دعائیں کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ اس جانور کی نجاست و گندگی سے اہلِ کتاب بچے رہیں۔ سوٴر گندگیوں میں پھرتا ہے۔ اپنے شکار کو مار دیتا ہے پھر مُردے کے معدے سے گندگی کو کھا لیتا ہے اور بقیہ جسم کو روند دیتا ہے۔

قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ خبیث اشیاء تم پر حرام کی گئی ہیں اور سُوٴر کو ان اشیاء میں نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت انسانی اخلاق کے لئے تباہ کن ہے ٭

يَا نَاصِرَ الْإِسْلَامِ عَلَيْكَ السَّلَام

(بقلم الاستاذ عزیز الرحمان منگلا المبشر الاسلامی ببلدة سیالکوٹ)

أَيَا نَاصِرَ الْإِسْلَامِ وَالدِّيْنِ وَالْهُدٰى بَقِيْتَ بَقَاءَ الدَّهْرِ حَيًّا مُخَلَّدًا

اے دین اسلام کے ناصر! خدا تجھے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے

فَإِنَّكَ شَمْسٌ يُسْتَضَاءُ بِنُوْرِهَا وَإِنَّكَ وِرْدُ الْوَارِدِيْنَ وَقُصَّدَا

کیونکہ تُو روشنی دینے والا سورج ہے اور تُو ہی پیاسوں کے لئے چشمہ ہے

وَأَنْتَ الْحَقِيْقُ بِأَنْ تَكُوْنَ خَلِيْفَةً فِي الْأَرْضِ لِلْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْمُقْتَدٰى

آج آپ ہی زمین میں خلافت الٰہیہ کے قابل تھے اور کیسا خوب ہے ہمارا امام

لَمْ تَشْهَدِ الدُّنْيَا فَتًى فِيْ زُهْدِهٖ وَخِصَالِهٖ وَفِعَالِهٖ مُتَفَرِّدَا

دنیا نے آپ جیسا جوان نہیں دیکھا جو زُہد اور عادات اور کارناموں میں بے مثل ہو۔

بَلْ فَاقَ كُلَّ مُعَاصِرٍ بِزَمَانِهٖ فِيْ جِدِّهٖ لِلدِّيْنِ ثُمَّ تَجَاهُدَا

بلکہ آپ اپنے ہمعصروں سے دینی جدّ و جہد میں سبقت لے گئے ہیں۔

لَمْ يَشْهَدِ التَّارِيْخُ بَطَلًا مِثْلَهٗ يَقُوْدُ جُنُوْدَ الدِّيْنِ فِي الدَّهْرِ وَاحِدَا

تاریخ نے ایسا جرنیل نہیں دیکھا جو تنہا مختلف دین کے لشکروں کی قیادت کرتا ہو۔

فَأَيْنَ عَدِيْلُكَ فِي الْبُطُوْلَةِ وَالْمَضَاءِ وَأَيْنَ سَهِيْمُكَ فِيْ مُبَارَاةِ النَّدٰى

بہادری اور کام کر گزرنے میں آپ کا مقابل کون ہے؟ سخاوت اور بخشش میں آپ کا شریک کون ہے؟

وَإِنَّا أَتَانَا النَّصْرُ وَالْفَتْحُ بَعْدَمَا صَبَرْنَا عَلٰى جَوْرِ الْخَلِيْقَةِ وَالْعِدٰى

ہم نے نصرت الٰہی کو پایا لوگوں کی عداوت اور ظلم سہنے کے بعد

وَكَمْ مِنْ قِلَاعٍ قَدْ فَتَحْتَ بِدَعْوَةٍ وَكَمْ مِنْ قُلُوْبٍ قَدْ مَلَكْتَ تَوَدُّدَا

آپ نے کتنے قلعے بذریعہ دُعا فتح کئے اور کتنے دلوں پر بذریعہ محبت حکومت کی

وَعَيْنُكَ تَرْمِيْ قَلْبَ كُلِّ مُطَهَّرٍ　　وَيَصْطَادُ قَلْبُكَ كُلَّ عُنْقٍ اَجْيَدَا

تیری آنکھ ہر پاکیزہ دل کو زخمی کرتی ہے　　اور تیرا دل ہر خوبصورت لمبی گردن کو شکار کرتا ہے

وَاَنْتَ الْخَلِيْفَةُ فِي الْاَحَادِيْثِ ذِكْرُهٗ　　يُقَسِّمُ مَالًا يَحْثُوْ غَيْرَ مُعَدِّدَا

آپ ہی وہ خلیفہ ہیں جس کا ذکر احادیث نبوی میں ہے کہ وہ بے شمار اموال تقسیم کرے گا۔

وَرِثْتَ الْمَكَارِمَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ　　عَنْ جَدِّهٖ وَاَبِيْهِ مَحْمُوْدِ اَحْمَدَا

آپ نے مکارم کو بطور ورثہ پایا　　اپنے دادا اور اپنے باپ محمود احمدؓ سے

تَوْمٌ كِرَامٌ مِنْ سُلَالَةِ فَارِسٍ　　"سَلْمَانُ مِنَّا" اَهْلَ بَيْتِ الْمُقْتَدٰى

یہ قوم خاندان فارس سے تعلق رکھتی ہے　　"سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ" سے

نُحِبُّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ صَدَاقَةً　　فَعَطْفًا عَلَيْنَا سَيِّدِيْ وَتَوَدُّدَا

ہم امیر المومنین سے خلوص دل سے محبت رکھتے ہیں　　میرے آقا! حضور بھی ہم پر لطف و محبت کی نگاہ ڈالیں

مَنْ يَرْحَمُ الْاَنْصَارَ وَالْخُدَّامَ وَالْـــ　　الْاَطْفَالَ وَاللَّجْنَاتِ جَمْعًا وَمُفْرَدَا

ہمارا امام انصار، خدام، اطفال اور لجنہ اماء اللہ ہر ایک سے محبت رکھتا ہے

وَيَزِيْدُ فِيْ تَكْرِيْمِ مَنْ يَاْتِيْهِ مِنْ　　اَكْنَافِ كَدْعَةَ مِنْ "دَرَاوِيْش" اَحْمَدَا

آپ اطراف قادیان سے آنے والے درویشوں سے خصوصی حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

وَيُقَابِلُ الزُّوَّارَ دَوْمًا بِالْبَشَاشَـــةِ وَانْطِلَاقِ الْوَجْهِ شَيْخًا صَنْخَدَا

آپ ملاقات کرنے والوں سے ہمیشہ بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ ایک زیرک بزرگ کی طرح پیش آتے ہیں

وَيُجَالِسُ الْفُقَرَاءَ دُوْنَ تَكَبُّرٍ　　وَيُخَالِطُ الْعُظَمَاءَ عِزًّا وَسُؤْدَدَا

آپ غرباء کے ساتھ مل کر بیٹھتے ہیں بغیر تکبر کے　　اور معزز لوگوں کے ساتھ باوقار ہو کر ملتے ہیں

وَيَسْعٰى لِتَعْلِيْمِ الْجَمَاعَةِ كَيْفَ يُمْكِنُ　　قَهْرُهُمْ لِلنَّفْسِ كَيْ لَا تَمَرَّدَا

آپ ہر ممکن طریق سے جماعت کی تربیت کرتے ہیں　　تاکہ ان کا نفس مغلوب ہو اور سرکش نہ ہو

يَقُوْمُ بِجَوْفِ اللَّيْلِ يَدْعُوْ رَبَّهٗ　　وَيُجْرِيْ دِمَاءَ الْعَيْنِ بِالسَّحَرِ سَاجِدَا

آپ رات کو اپنے رب کو پکارتے ہیں　　اور سحر کے وقت سجدوں میں آنکھوں سے خون بہاتے ہیں

تَحَمَّلَ اَعْبَاءَ الْخِلَافَةِ بَعْدَ مَا　　قَضٰى نَحْبَهٗ مَحْمُوْدُ اَحْمَدَ جَاهِدَا

آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد خلافت کا بوجھ اٹھایا۔

وَاَنْتَ الْحَفِيْدُ لِلْمَسِيْحِ الْمُحَمَّدِیْ كَمَا اَخْبَرَ التَّلْمُوْدُ مِنْ قَبْلُ مَوْعِدَا

آپ مسیح موعودؑ کے پوتے ہیں جیسا کہ طالمود میں وعدہ تھا

اِنْ لَّمْ نُقِرَّ لِنَاصِرٍ بِخِلَافَةٍ عَنْ رَبِّهٖ لَمْ نَدْرِ عَظْمَةَ اَحْمَدَا

اگر ہم حضرت ناصر کی خلافت کا اقرار نہ کریں تو ہم نے حضرت احمدؑ کی عظمت کو نہیں پہچانا

فَرِضَاءُهٗ يُرْضِی الْاِلٰهَ وَسَخَطُهٗ مِمَّا يَجُرُّ النَّاسَ نَحْوَ شَدَائِدَا

آپ کی خوشنودی رضاءِ الٰہی کا موجب ہے اور آپ کی ناراضگی مصیبتوں کی طرف لے جاتی ہے

وَغَدَا يُعَلِّمُ قَوْمَنَا طُرُقَ الْفِدٰی وَيَقُوْدُنَا لِلْمَجْدِ وَالْعِزِّ وَالْهُدٰی

آپ ہمیں قربانیوں کے راستے سکھاتے ہیں اور مجد، عزت اور ہدایت کی طرف لے جاتے ہیں

اَللّٰهُ اَكْرَمَهٗ وَاَعْلٰی ذِكْرَهٗ وَحَبَاهُ مِنْهُ الْعِلْمَ وَالْحِلْمَ وَالنَّدٰی

خدا نے آپ کو مکرم بنایا اور آپکا نام بلند کیا اور آپ کو علم، حلم اور مہک عطا کی۔

لَهٗ بَسْطَةٌ فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَالنُّهٰی فَدَانَتْ لَهٗ رَقَبَاتُ قَوْمٍ سُجَّدَا

آپ کو علم، جسم اور عقل میں فراخی عطا کی گئی اسلئے قوم کی گردنیں حضور کے سامنے جھک گئیں

وَاِنِّیْ مُحِبٌّ لِلْمَسِيْحِ وَاَهْلِهٖ وَيُعْرَفُ رَجُلٌ بِالْحَبِيْبِ وَمُنْتَدٰی

میں مسیح موعودؑ اور آپؑ کے اہل کا محب ہوں اور آدمی دوستوں اور مجلس سے پہچانا جاتا ہے

وَاَبِیْ غُلَامُ مُحَمَّدٍ وَاَبُوْ اَبِیْ رَجُلٌ شَهِيْرٌ مَنْ يُسَمّٰی بِاَحْمَدَا

میرے باپ کا نام غلام محمد اور میرے دادا کا نام احمد ہے۔

رَضِيْنَا بِمَهْدِیٍّ اِمَامًا حَكَمًا نُطِيْعُ اِمَامَ الْاَنْبِيَاءِ مُحَمَّدَا

ہمارا حَکَم امام مہدی ہے اور ہم سیّد الانبیاء محمد مصطفیٰؐ کی پیروی کرتے ہیں

فَيَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِيِّكَ رَاتِبًا وَاَيِّدْ عَزِيْزًا كُلَّمَا الشِّعْرَ اَنْشَدَا

اے خدا اپنے حبیب پر ہمیشہ رحمت بھیج اور عزیز کی تائید فرما جب کبھی شعر کہے

وَاَدْخِلْهُ فِیْ جَنَّاتِ عَدْنِكَ آخِرًا وَحَرِّمْ عَلَيْنَا كُلَّ نَارٍ تَوَقَّدَا

اور آخرت کے دن اس کو اپنی جنت میں داخل فرما اور ہم پر دوزخ کو حرام فرما

اِذَا اَدْرَكَ الشُّعَرَاءُ شِعْرِیَ جَيِّدًا يَقُوْلُوْنَ عَجَبًا كَيْفَ مَنْگَلَا تَغَرَّدَا

شعراء میرے شعر کو سمجھ لینے کے بعد کہتے ہیں منگلا نے خوب گایا۔

حکومتِ برطانیہ کی منظوم تعریف

[مولوی ظفر علی خان نے نظم و نثر میں انگریزی حکومت کی مدح و ستائش کی ہے۔ انگریزی حکومت کی اطاعت کو جزوِ ایمان قرار دیا ہے سلسلہ احمدیہ کے مخالفین مولوی ظفر علی خان مدیر زمیندار کو اپنا بہت بڑا لیڈر تسلیم کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کی نظموں کے دو اقتباس درج ہیں ——— (ایڈیٹر)]

———(۱)———

مولانا ظفر علی خان کی دُعا

ہند میں آپ صد و سی سال رہیں ÷ خوف ہو آپ کی سطوت کو نہ کچھ لینن سے

(از مولانا ظفر علی خان۔ بہارستان صفحہ ۵۸۲)

———(۲)———

مدح جارج پنجم آنجہانی بر موقعہ رسمِ تاجپوشی ۱۹۱۲ء

سُنا ہے نام جمشید و سکندر کا فسانوں میں ÷ مگر رکھا ہی کیا ہے ان پُرانی داستانوں میں

ہے شیریں نام ایسا بادشاہ جارج خامس کا ÷ حلاوت ہے زبانوں میں صداقت ہے بیانوں میں

ودیعت ہے شہنشاہ کی عقیدت آفریں الفت ÷ سروں میں اور سینوں میں دلوں میں اور جانوں میں

دلوں میں جو کچھ آئے ترجماں اسکی زبانیں ہوں ÷ کہاں حاصل تھیں یہ آزادیاں اگلے زمانوں میں

یہ سچ ہے ہم مسلمانوں کو یہ نعمت میسر تھی ÷ شمار اس کا ہے لیکن قرنِ اول کے نشانوں میں

نظر آئی تری ظلِّ الٰہی شان دونوں کو ÷ برہمن کو صنم خانہ میں مسلم کو اذانوں میں

سلامت قیصرہ کو اور قیصر کو خدا رکھے ÷ یہی اک نغمہ جاں پرور ہے سب قومی ترانوں میں

ہمارے واسطے کیا کم یہی انعام و عزت ہے
کہ داخل ہو گئے قیصر کے ہم بھی مدح خوانوں میں

(اخبار زمیندار ۱۰ر دسمبر ۱۹۱۲ء)

شذرات

۱۔ کونسا صوبہ ہے جو انگریز کا دست و بازو نہیں رہا؟

مدیر چٹان شورش کاشمیری لکھتے ہیں :۔

"اگر پنجاب کا یہ قصور ہے کہ وہ انگریزوں کے عہد میں برطانوی شہنشاہیت کا بازوئے شمشیر زن رہا ہے تو معاف کیجئے مغربی پاکستان کا وہ کونسا صوبہ ہے جو انگریز کا دست و بازو نہیں رہا۔ خود نواب محمد اکبر بگٹی کس نظام کی یادگار ہیں کیا وہ انگریزوں کے دست و بازو نہیں تھے؟ سندھ، بلوچستان میں کونسی عوامی تحریک پیدا ہوئی؟ ہم اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہنے کو تیار ہیں کہ جو لوگ آج پنجاب کو استحصالی قوت کا نام دے رہے ہیں وہ کس مجاہدۂ حریت میں شریک تھے۔ ان کا ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک کیا رول رہا؟ ہم خوش ہوں گے اگر وہ اپنے کردار سے ہمیں آگاہ کریں حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوستان کا مسلمان تحریک خلافت کے بعد اجتماعاً استعمار دشمن تحریکوں سے الگ رہا۔"

(چٹان لاہور ۲۲ فروری ۱۹۷۱ء صہ)

الفرقان ۔ جب سب صوبے انگریز کے دست و بازو تھے تو کیا یہ سب لوگ انگریز کے آلۂ کار تھے؟ اور اگر سب آلۂ کار تھے تو پھر انگریز کو مزید کسی کو آلۂ کار بنانے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی؟

۲۔ وقت کا فرعون سیلاب میں بہہ گیا

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے فاضل مدیر لکھتے ہیں :۔

"جماعت کے سادہ لوح افراد جھوٹے پروپیگنڈے کی وجہ سے اسقدر دھوکے میں تھے کہ وہ اس جماعت کو ملک کی سب سے قوی سیاسی جماعت سمجھے بیٹھے تھے۔ امیر جماعت مودودی صاحب بھی اپنے مداحوں اور درباری ادیبوں کے لٹریچر سے اسقدر متاثر تھے کہ وہ بھی ابوالاعلیٰ الکبیت کے پورے غرور کا شکار ہو چکے تھے اسی لئے عین سر دسمبر انتخاب کے دن انہوں نے اخبارات میں یہ بیان دیا۔ "سوشلسٹوں کو ہم عبرتناک شکست دیں گے سوشلسٹوں کا قبرستان پاکستان ہوگا میری جماعت ملک میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگی وغیرہ وغیرہ (دیکھئے ۸ دسمبر کے اخبارات)۔ اتنے میں سوشلزم کا ایک سیلاب آیا کہ وقت کا یہ فرعون جو کبھی کسی حق بات کی طرف نہ جھکتا تھا فرعون بنی اسرائیل کی طرح اس سیلاب میں بہہ گیا۔"

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جنوری ۱۹۷۱ء صہ)

الفرقان ۔ اس واضح اقتباس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ دنیائے اسلام پر عذاب کی ہمہ گیر صورت؟

مدیر الاعتصام زیر عنوان "حامیانِ اسلامی نظام میں یہ انتشار کیوں؟" لکھتے ہیں:۔

"اس کی تین وجوہ ممکن ہیں۔ اوّل ہم سب اس عذاب الٰہی کا شکار ہو چکے ہیں جو جب بھی کسی قوم پر اس کے اعمالِ بد کی وجہ سے نازل ہوا تو اسکے دانشور سراسیمہ ہو جاتے ہیں، اسکے اصحابِ قیادت غلطی پر غلطی کئے جاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے عظیم ترقومیں داستانِ پارینہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ دوم ابھی اس عذابِ عظیم کا مرحلہ نہیں آیا مگر ہم اس عذابِ الیم میں مبتلا ہیں جو اس وقت نازل ہوتا ہے جب قومیں نفاق کی راہ اختیار کر لیتی ہیں۔ ... سوم تیسری صورت یہ ممکن ہے کہ بحیثیت مجموعی قوم کے بارے میں تو نوشتہ الٰہی یہ ہو کہ اسے زندہ رکھا جائے اور اسے اس گرداب سے نکلنے کی مستحق قرار دیا جائے مگر قائدین کے متعلق یہ فیصلہ ہو کہ انہیں مقامِ قیادت سے معزول کر کے ان کی جگہ ایسے لوگ آجائیں جو خواہشات کے بجائے مقاصد، دنیا کی جگہ آخرت اور حُبِ ذات حُبِ جاہ اور حُبِ متاع کی جگہ اللہ کی محبت سے سرشار ہوں ——— ان میں سے جو صورت ہو اسے قرآنی زبان میں عذاب ہی سے تعبیر کیا جائے گا .... دنیا کے مختلف منطقوں میں ہم پر تینوں قسم کے عذاب نازل ہو چکے ہیں۔ غرناطہ، سپین، ترکستان، بخارا، سمرقند ان ممالک میں ہم عروج کے بعد داستانِ پارینہ بھی بن چکے ہیں۔ برصغیر ہند میں بھی اور اس سے پہلے مشرق اوسط کے دوسرے متعدد ممالک میں بھی عذابِ الیم ہم پر اپنی پوری تفاصیل سمیت نازل ہو چکا ہے .... یہ سانحہ کہ نصف صدی سے جو لوگ اسلام کے نام پر اُمت کی قیادت فرما رہے ہیں وہ لقمۂ عذاب بن جائیں ہر درد مند دل میں ٹیس کا باعث بن سکتا ہے۔"

(الاعتصام ۲۲ جنوری ۱۹۷۱ء صا)

الفرقان ۔ اُمتِ مرحومہ پر عذاب کے نزول کا یہ عالم ہو اور اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین کی طرف سے اسے اس عذاب سے بچانے کے لئے **رحمتِ خاص کا ہاتھ نہ بڑھے** یہ سراسر ناممکن ہے۔ یہی ماننا پڑے گا کہ ہم ہی اس آسمانی رحمت کے پیغامبر سے مُنہ موڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے آمین۔ ہمارے ملک میں مسلمانوں کے قائدین یعنی علماء جس ابتر حالت تک پہنچ چکے ہیں اسی کی خبر حدیث نبوی عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ میں دی گئی تھی جو حرف بحرف پوری ہو گئی ہے۔ کیا اب بھی آپ کو شبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قیادت کو بدلنا چاہتا ہے۔ اسکے آثار نمایاں ہیں واللّٰہ علیٰ ما یشاء قدیر۔

علمی تحقیق

ایک عالم کا مکتوب

مکرمی بندہ مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مدیر ماہنامہ "الفرقان" ربوہ! امید ہے آپ بخیریت ہونگے آپ کو شاید یاد ہو کہ آپ سے اس عاجز کی پہلی ملاقات تین مئی ۱۹۴۲ء (۳ مئی ۴۲ء) کو قادیان میں آپ کے مکان پر ہوئی تھی اور اس کے بعد گاہے ماہے نیاز حاصل ہوتے ہی رہے ہیں۔

اختلافِ عقائد کے باوجود میں پہلی ملاقات سے آپ کے علم و اخلاص کا قائل ہوں اور ایک عرصہ سے آپ کے ماہنامہ کا مطالعہ بھی کر رہا ہوں۔ آپ کا یہ ماہنامہ آپ کے معلومات کی وسعت اور تنوع پر شاہد ہے۔ میرے پاس کچھ عرصہ سے الفرقان نہیں آ رہا تاہم اِدھر اُدھر سے نظر پڑ ہی جاتا ہے چنانچہ اس کا سابقہ شمارہ (بحریہ دسمبر) بھی نظر سے گزرا۔ یقین جانیئے کہ اس کے ایک مقالہ سے میرے اُس حسن ظن کو بڑا دھکا لگا جو مجھے آپ کے ساتھ ایک مدت سے تھا۔

صاحب مقالہ نے یہ اقتباس پروفیسر نکلسن والے "کشف المحجوب" کے انگریزی ترجمہ (ص ۲۳۵/۲۳۶) سے لیا ہے جیسا کہ انہوں نے خود اس کا حوالہ دیا ہے۔ نکلسن صاحب کی مترجم "کشف المحجوب" اسوقت ہمارے پاس نہیں ہے اسلئے ہم اس پر تبصرہ کرنے سے قاصر ہیں۔ عین ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضرت علی ہجویری (المعروف داتا گنج بخش) کی کتاب (کشف المحجوب) کا اصل فارسی نسخہ دیکھا ہی نہ ہو اور انکے مطالعہ میں صرف نکلسن کا ترجمہ ہی آیا ہو۔ رہی یہ بات کہ انہوں نے انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو کس حد تک نباہا ہے اس پر کچھ سردست کچھ کہنا مشکل ہے۔

حضرت علی ہجویری کشف المحجوب کے اسی باب میں جس کا حوالہ آپ کے مقالہ نگار نے دیا ہے فرماتے ہیں:-

"بدانکہ اندر ہمہ اوقات و احوال باتفاق جملہ مشائخ این طریقت اولیا متابعان پیغمبران اند مصدقان دعوت ایشان و انبیا رفاضلتر اند از اولیا۔ ازاں چہ نہایت ولایت بدایت نبوت باشد۔ وجملہ انبیا اولیا باشند۔ اما از اولیاء کسے نبی نباشد" (ص ۲۵۱ مطبوعہ ہما ول پریس انارکلی لاہور)

اب آپ ہی غور فرمائیے کیا حضرۃ الشیخ کا فقرہ "اما از اولیا کسے نبی نباشد" کا یہی ترجمہ ہے جو ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب نے پروفیسر نکلسن کے انگریزی ترجمہ سے اردو کے اس فقرہ میں منتقل فرمایا ہے کہ "لیکن سارے ولی نبی نہیں"۔ میں نے کشف المحجوب کے حل نسخہ سے وہ مکمل پیراگراف نقل کر دیا ہے جس کے ترجمہ پر صاحب مقالہ نے اپنے استدلال کی بنیاد رکھی ہے۔ ابھی میرے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ پروفیسر نکلسن نے فارسی سے انگریزی ترجمہ کرنے میں غلطی کی ہے یا آپکے مقالہ نگار نے انگریزی سے اردو ترجمہ کرتے ہوئے مغالطہ کھایا ہے۔ مخلص محمد ابراہیم حافظ کمیرلوری خطیب جامع اہلحدیث سرگودھا

الفرقان۔ جو دوست اسکے جواب میں وضاحت فرمائیں گے ان کے مقالہ کے لئے بھی الفرقان کے صفحات حاضر ہیں +

پہلی فہرست

ماہنامہ الفرقان کے پنجسالہ دور کے معاونین خاص

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دس سالہ معاونین خاص الفرقان نے ۱۹۶۰ء/۱۹۶۱ء میں بروقت امداد کی تھی ان کے نام شائع کر دیئے گئے ان کے لئے دعائیں ہوتی رہی ہیں آج بھی تحریک میں نئے پنجسالہ معاونین خاص کے اسماء ریکارڈ کر رہا ہوں سابقہ معاونین دس سالہ کے لئے بھی دعا کی تحریک کرتا ہوں جزاھم اللہ خیراً۔ جنوری ۷۱ء سے پنجسالہ دور شروع ہو گیا ہے اب رسالہ کا چندہ سات روپے سالانہ ہے۔ پنجسالہ معاونین خاص کے لئے چالیس روپے کی یکمشت ادائیگی قرار دی گئی ہے زائد یا نئے چندے ان کی اعانت خاص کی علامت ہیں۔ یہ پہلی فہرست شائع کرتے ہوئے سارے احباب کے لئے جذبات تشکر کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سارے معاونین کو اپنے خاص فضلوں سے نوازے۔ آمین

جو دوست اس کار خیر میں حصہ لیتے رہیں گے ان کے نام بھی ریکارڈ کئے جائیں گے ان کو پانچ سال تک رسالہ بھی پہنچتا رہے گا انشاء اللہ۔ مزید برآں ان کے لئے دعا کی درخواست بھی ہوتی رہے گی۔ پاکستان کے لئے چالیس روپیہ اور بیرونی ممالک کے احباب کے معاونین خاص میں شامل ہونے کے لئے مقررہ عام چندہ (ایک پونڈ) کا پانچ گنا بھجوانا ضروری ہے۔ ہوائی ڈاک سے منگوانے کی صورت میں یہ رقم دوچند ہو جاتی ہے۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ جلد پنجسالہ تحریک میں شمولیت فرمائیں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

نوٹ:۔ جملہ رقوم مینیجر الفرقان ربوہ کے پتہ پر بھیجی جائیں۔ (خاکسار ابوالعطاء جالندھری)

---

(۱) لفٹیننٹ کرنل ایم۔ اے صدیقی اکبر صاحب محلہ فتو پورہ گجرات
(۲) ملک حبیب الرحمٰن خان صاحب کوٹھی پرانا ساندہ روڈ بلال گنج لاہور
(۳) چوہدری محمد نذیر احمد صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر انڈسٹریز ریٹائرڈ گلشن آباد لاہور
(۴) حاجی محمد یعقوب صاحب ٹھیکیدار بجٹہ مکان ۲/۱۵ محلہ میانہ پورہ سیالکوٹ
(۵) جناب کلیم اللہ خان صاحب ۱۹/E سرکلر سٹریٹ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی
(۶) چوہدری عصمت اللہ صاحب بہلولپوریک ۲۷/R.B ضلع لائلپور
(۷) مرزا رحمت اللہ خان صاحب صدری بہترہ تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان
(۸) میاں عبدالسمیع صاحب نون ایڈووکیٹ ۲۲/C سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا
(۹) جاوید کونسل پیس محمد علی جناح روڈ کوئٹہ
(۱۰) ڈاکٹر محمد حسین صاحب ساجد ۵۱/S.W پورٹ لینڈ U.S.A
(۱۱) حکیم سید میر احمد شاہ صاحب سیالکوٹ
(۱۲) حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب دودہ میڈیکل ہال سرگودھا
(۱۳) ایس ایم حسن صاحب C.S.P امیر جماعت احمدیہ ڈھاکہ
(۱۴) علاؤالدین صاحب گوٹھ علاؤالدین ڈاکخانہ دریا خان مری ضلع نوابشاہ (سندھ)
(۱۵) خواجہ محمد شریف صاحب بوائز مدرسہ روڈ لاہور

(۱۶) ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب مارکیٹ روڈ نوابشاہ

(۱۷) چوہدری اسداللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور

(۱۸) ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امیر جماعت احمدیہ میرپورخاص (سندھ)

(۱۹) الحاج شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ

(۲۰) چوہدری عبدالحمید صاحب چیف انجنیئر لاہور

(۲۱) جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ سرگودھا

(۲۲) عبدالغنی صاحب قریشی اسلامیہ پارک لاہور

(۲۳) مرزا محمد شریف صاحب چغتائی کراچی ۲۹

(۲۴) ڈاکٹر احسان علی صاحب میکلوڈ روڈ لاہور

(۲۵) عبدالعزیز صاحب بھٹی اکاؤنٹنٹ سمن آباد لاہور

(۲۶) چوہدری محمود احمد صاحب اینڈ سنز فارورڈنگ اینڈ کلیرنگ ایجنٹس کوئٹہ۔

(۲۷) مکرم عبدالرحیم صاحب مدہوش گلانی ہارٹن روڈ کراچی

(۲۸) لیفٹیننٹ کرنل جی ایم اقبال صاحب گلبرگ ۲ لاہور

(۲۹) ملک منیر احمد صاحب فیڈرل ایریا کراچی

(۳۰) راجہ نذیر احمد صاحب ظفر گولبازار ربوہ

(۳۱) بیگم چوہدری ناصر احمد صاحب احمد رحمان کراچی

(۳۲) مس ایم-ایس جنجوعہ ہیڈ مسٹرس گرلز مڈل سکول لانگووال ضلع شیخوپورہ۔

(۳۳) قاضی ڈاکٹر محمد برکت اللہ صاحب U.S.A

(۳۴) خواجہ محمد عبدالغنی صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

(۳۵) رشید احمد صاحب بھٹی نکھیانہ ضلع شیخوپورہ

(۳۶) چوہدری نصیر احمد صاحب مدیر ڈائریکٹر الائیڈ سائنٹیفک کنسلٹ روڈ لاہور۔

(۳۷) مکرم علی انور صاحب ایڈوائزر ایگزیکٹو انجنیئر سکھر

(۳۸) مکرم محمد ضیاء الحق صاحب 266/A آفیسرز کالونی کیلوری گراؤنڈ لاہور۔

(۳۹) ملک وزیر حسین صاحب محمودہ ضلع راولپنڈی

(۴۰) مکرم ڈاکٹر محمد منیر صاحب ریلوے روڈ لاہور

(۴۱) ملک رشید الدین انور صاحب چوہنیاں ضلع لاہور

(۴۲) جناب سید قربان حسین شاہ صاحب قلات

(۴۳) صوبیدار عزیز الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ دیوان سنگھ۔ گجرات

(۴۴) ملک خلیل احمد خان صاحب پشاور

(۴۵) چوہدری رحمت اللہ صاحب ایم اے فالاجنرل گجرات

(۴۶) چوہدری بشارت احمد صاحب باجوہ زمیندار جیکب آباد (سندھ)

(باقی پھر انشاء اللہ)

میری عزیزہ بچی کی تقریب شادی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے یکم جنوری ۱۹۷۱ء کو عزیزہ محترمہ امۃ الحکیم صاحبہ لیقہ بی۔ اے کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزم مکرم منیر احمد صاحب منیب ابن ... شیر احمد ... (یوگنڈا) پسر حضرت قاضی محمد رشید صاحب مرحوم سابق وکیل المال نے فرمایا۔ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۷۱ء کو تقریب رخصتانہ منعقد ہوئی۔ از راہ ذرہ نوازی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ میرے کاشانہ بیت العطاء دار الرحمت وسطی میں رونق افروز ہوئے اور اپنی دعاؤں سے بچی کو رخصت فرمایا۔

اس موقعہ پر تلاوت قرآن مجید کے بعد محترم الحاج چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال نے دعائیہ رنگ میں جو تضمین کے اشعار بزبان والدین پیش ہوئے تضمین فرمائی اور نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ انکے بعد اخویم محترم مولوی محمد ... صاحب ... تعلیم نے میری جانب سے چند دعائیہ اشعار نہایت محبت سے پڑھے جزاہما اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے ... دعا فرمائی۔ قارئین کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ بھی اس رشتہ کے نہایت بابرکت ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ جزاکم اللہ۔

تضمین بر در ثمین

منظوم دعا بزبان والدین

(نتیجہ فکر جناب چوہدری شبیر احمد صاحب)

"اے قادر و توانا آفات سے بچانا
ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
غیروں سے دل غنی ہے جب سے کہ تجھ کو جانا"
"یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی"

امۃ الحکیم بیٹی ہم پر عطاءِ باری
بیت العطاء کی رونق ماں باپ کی دلاری
یا رب ترے حوالے نورِ نظر ہماری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

نوشہ کو صدق دل سے کہتے ہیں مرحبا ہم
اُس مہرباں خدا کا رکھتے ہیں آسرا ہم
دہرا رہے ہیں دل میں مہدی کی یہ دعا ہم
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یا رب یہ رخصتانہ موجب ہو رحمتوں کا
یہ رشتہ محبت حامل ہو برکتوں کا
مظہر ہو اسکا اندر سیما ہم راحتوں کا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ان پر ہو تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
"یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی"

شکر خدا ہماری قسمت میں یہ چمن ہے
اک نافلہ کی صورت یاں چاند ضوفگن ہے
ہر غنچہ چمن میں شیدا نغمہ زن ہے
"یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی"

سایۂ رحمتِ حق تجھ پہ رہے شام و سحر!

(نتیجہ فکر جناب مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی)

رخصت اے راحتِ دل، نورِ نظر، جانِ پدر
سایۂ رحمتِ حق تجھ پہ رہے شام و سحر
بہرہ اندوزِ مسرت رہے تو ہر دم
تجھ کو ملتا ہی رہے میری دعاؤں کا ثمر
پیچ در پیچ ہے دنیا میں گزرگاہِ حیات
خوب کٹتا ہے مگر خوفِ خدا سے یہ سفر
اُسوۂ مصطفویؐ راہبرِ زیست رہے
اور احکامِ خداوند رہیں پیشِ نظر
تیرے ہر ایک عمل سے ہو عیاں دین کا رنگ
رُوح کے واسطے ہر بات ہو تسکین اثر
میری بیٹی! میری جاں!! میں تجھے رخصت کر کے
اپنے مولا سے دعا مانگتا ہوں با دیدہ تر

وہ تیرا حامی و ناصر ہو اور مددگار رہے
اور تو اس کی عنایت کی سزاوار رہے

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری ۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Shezan
Peach Jam
HOT KETCHUP
SPICY!
Made from whole oranges
Plum Jam
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ۔ لاہور
ORIENT

Only Title printed at the Nusrat Art Press,